بسم اللہ الرحمن الرحیم

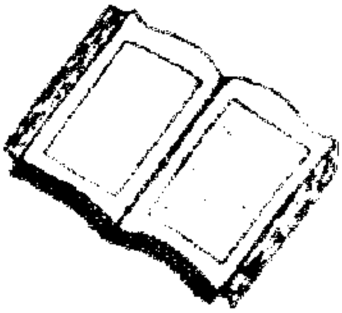

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون ۶۹۲

الفرقان

"مذاہب عالم پر نظر"

جولائی ۱۹۷۵ء

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — ڈھائی پونڈ
بیرونی ممالک بحری ڈاک — سوا پونڈ
فی پرچہ کی قیمت — ایک روپیہ
[illegible]

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

مساجد کا شہر۔ ربوہ

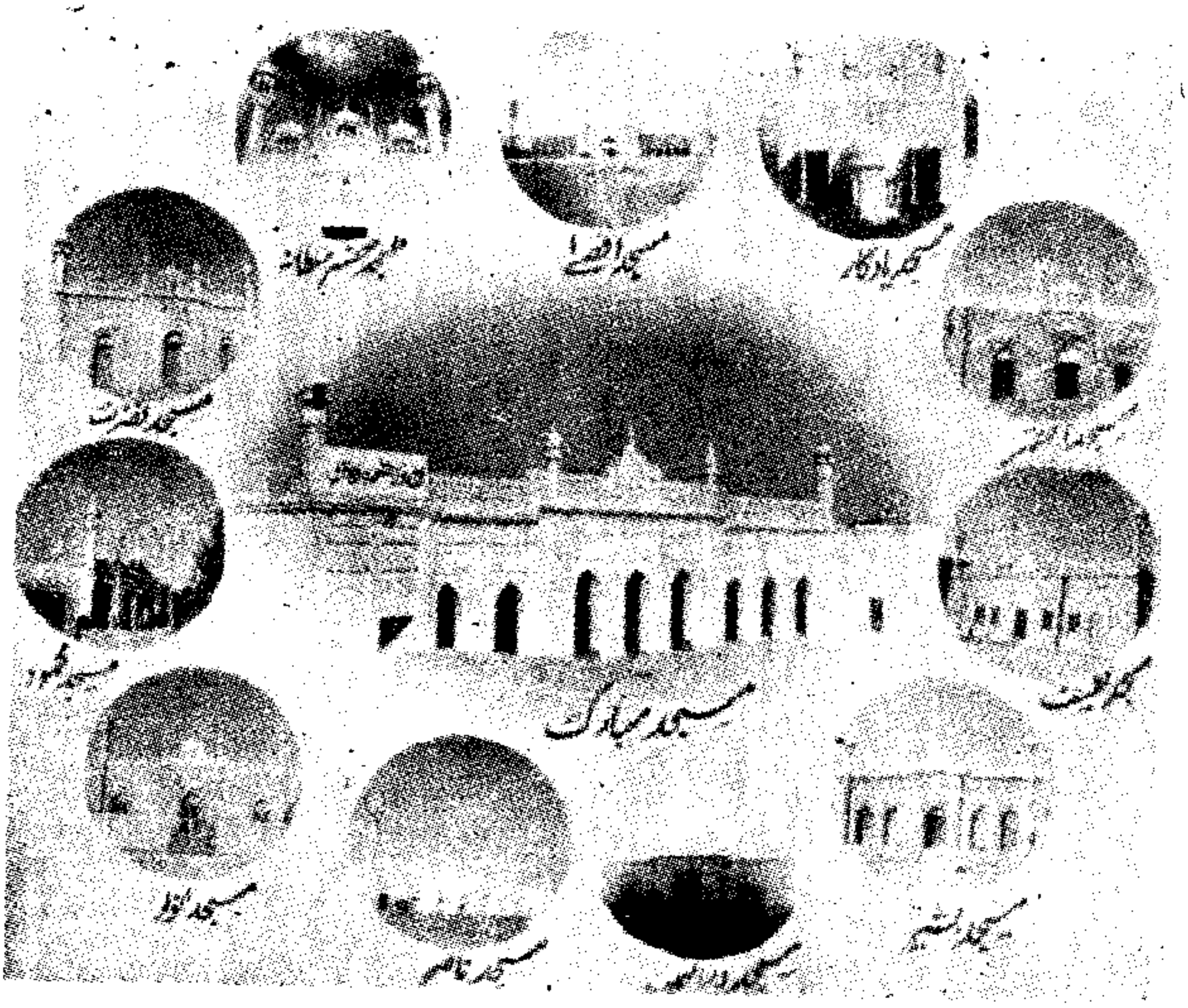

ربوہ ایک غیر آباد بنجر علاقہ میں قیام پاکستان کے بعد آباد ہوا ہے یہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اس جگہ دینی و علمی مراکز ہیں۔ پریس ہیں۔ اس جگہ سے اخبار و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ اس نو آباد چھوٹے سے شہر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر محلہ میں نمازوں کے لئے بابرکت مساجد قائم ہیں۔ اسلئے ربوہ کو بجا طور پر مساجد کا شہر کہا جا سکتا ہے۔ مساجد ربوہ کی یہ پہلی قسط ہے دوسری قسط آئندہ کسی شمارہ میں شائع ہو گی۔ انشاءاللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلحاء و اولیاء کا زریں اصل

؎ کس بنظر یار صدیقے نہ شد
تا بنظر غیر زندیقے نہ شد

ربوہ
ماہنامہ
الفرقان

عنوان ۴۹۲

جلد ۲۵ — جولائی ۱۹۷۵ء — شمارہ ۷

رجب المرجب ۱۳۹۵ ہجری قمری

وفا ۱۳۵۴ ہجری شمسی

مدیر مسئول **ابو العطاء جالندھری**

مجلس تحریر

- صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ـــــ ربوہ
- مولانا دوست محمد صاحب شاہد ـــــ ربوہ
- خان بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن
  16. Gressen Hall Road London S.W.18
- مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے جاپان
  P.O. Box 1482 C.P.O TOKYO.

قیمت: ایک روپیہ

الفہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
مساجد کا شہر ـــ ربوہ	ادارہ	ٹائیٹل صفحہ ۲
حج بیت اللہ اور جماعت احمدیہ (شاہ فیصل اور سلطان ابن سعود کے دو متضاد فیصلے)	ایڈیٹر	صفحہ ۲
ملاقات (مدیر المنبر سے گفتگو کا خلاصہ)	ایڈیٹر	۴
شذرات	ایڈیٹر	۶
بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نظم)	جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم اے مرحوم	۸
مکتوب برطانیہ	جناب خان بشیر احمد خان صاحب رفیق مبلغ انگلستان	۹
مسلمان کون ہے؟ (نظم)	جناب چوہدری شبیر احمد صاحب وقف زندگی	۱۱
عیسائی پادریوں سے ایک دلچسپ مکالمہ	جناب مولوی بشیر احمد صاحب اختر مبلغ مشرقی افریقہ	۱۲
مکتوب جاپان ۱	جناب مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے مبلغ جاپان	۱۵
البیان (سورۂ اعراف ع کا سلیس اردو ترجمہ اور مختصر تفسیر)	ابو العطاء	۱۹
تزئین چمن (نظم)	جناب مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی	۲۲
مار آستین (نظم)	جناب مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی	۲۴
حضرت مسیح علیہ السلام کا سفر کنعان سے ہند تک	جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق ـ لاہور	۲۵
مرد غازی (نظم)	جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے	۴۰
شانِ سیدنا المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (عربی نظم)	جناب پروفیسر محمد عثمان صاحب ربوہ	۴۱
ایک مخلصانہ مکتوب	جناب نذیر احمد صاحب خادم	۴۲
اقتباسات	مرسلہ: احباب کرام	۴۳
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (ایدہ اللہ بنصرہ) کا پیغام		ٹائیٹل ۳

اداریہ

حجِ بیت اللہ اور جماعتِ احمدیہ

شاہ فیصل اور سلطان ابنِ سعود کے دو متضاد فیصلے

آیت کریمہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا پر ایک نظر

(۱)

قرآن مجید کامل شریعت ہے اور اسلام مکمل دین ہے۔ قرآن مجید کے جملہ احکام پُرحکمت ہیں۔ ارکانِ اسلام میں کلمۂ شہادت کے بعد نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ شامل ہیں۔ ان میں سے حج کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:—

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ (آل عمران ع)

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے جنہیں بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے راستہ میسر آسکے۔

اس حکم میں حج بیت اللہ کو صرف ان لوگوں پر فرض کرنا جو راستہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کچھ لوگ بعض موانع کے باعث حج کرنے سے محروم رکھے جائیں گے۔ ان کے اطمینان کے لئے فرمایا کہ ان لوگوں پر حج فرض ہی نہیں کیونکہ حج کی فرضیت اس شرط سے مشروط ہے کہ حج کرنے والے کو صحت اور زادِ راہ کے علاوہ امن راہ بھی حاصل ہو۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات شامل ہے کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر امن راہ نہ ہونے کے باعث بیت اللہ کی زیارت نہ کی اور مدینہ واپس آگئے۔ تمام صلحاء امت اس حکم قرآنی اور سنتِ نبوی کے پابند رہے ہیں۔

(۲)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ:—

"آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور

ملاقات

مورخہ ۹ جولائی بروز بدھ ہمیں لائل پور جانے کا موقعہ میسر آیا۔ خاکسار کے علاوہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل مکرم مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی ایڈیٹر تحریک جدید اور عزیزم مولوی محمد الدین صاحب مربی سلسلہ احمدیہ بھی تھے۔ اس سفر میں ہمیں جناب ایڈیٹر صاحب المنبر مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف سے بھی ملاقات کا موقعہ ملا۔

اشرف صاحب وسط ۱۹۷۳ء میں ربوہ آئے تھے وہ گاہے گاہے ربوہ آتے رہتے تھے ۱۹۷۳ء کی آمد کے موقع پر اُن کی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اسی موقع پر ہم نے انھیں مدیران جرائد کی طرف سے **بیت العطاء** میں ایک دعوت بھی دی تھی اور اس دوران ان سے خوب گفتگو بھی ہوئی تھی۔ ۱۹۷۴ء کے حالات میں اشرف صاحب نے احمدیت کے بارے میں نہایت معاندانہ رویہ اختیار کیا اور احمدیوں کے مقاطعہ اور ان سے بات چیت تک کو ناجائز قرار دیا اور اپنے اخبار میں اس کی بار بار اشاعت کی۔ اندریں حالات خیال تھا کہ شاید اب اُن سے ملاقات مشکل ہو۔ مگر عزیزم شیخ عبداللطیف صاحب مولوی فاضل تاجر لائلپور نے جو اس موقعہ پر ہمارے ہمراہ تھے بتایا کہ اشرف صاحب ان سے ملتے رہتے ہیں۔ بہرحال ہم پانچ بجے کے قریب اشرف صاحب کی کوٹھی پر گئے تو وہ حسب سابق اسی طرح خوش آمدید کہتے ہوئے ملے جیسا ان کا پہلے دستور تھا۔ انھوں نے چائے کا اہتمام فرمایا اور قریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہم سے گفتگو کرتے رہے۔ اپنے نقطۂ نگاہ کو پیش کرتے رہے اور ہماری باتیں سنتے رہے اور بعض سوالوں کا بھی انہوں نے جواب دیا اگرچہ اس ہلکی پھلکی گفتگو میں بھی معاندت کی جھلک نمایاں تھی تاہم جتنی گفتگو ہوئی اس کے لئے ہم اُن کے شکرگزار ہیں۔

احباب کی اطلاع کے لئے مختصر خلاصہ ذکر کرنا مناسب ہے۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ ——— آپ نے جو "قادیانیوں سے پہلا خطاب" کیا تھا کیا آپ کو احمدیوں کی طرف سے اس کا جواب موصول ہوا ہے؟ کہنے لگے کہ بہت سے احمدیوں نے مجھے جوابات دیئے ہیں۔ آپ کے رسالہ الفرقان میں بھی جواب آیا اور بھی جرائد میں جواب شائع ہوئے ہیں۔ میں نے وہ سب رکھے ہوئے ہیں۔ موقعہ ملنے پر اُن کا جواب دوں گا۔

اُن سے دریافت کیا گیا کہ کیا آئندہ "دوسرا خطاب" لکھنے کا بھی ارادہ ہے؟ تو کہنے لگے کہ ہاں ارادہ تو ہے!

انھیں ہم نے حسب سابق ربوہ آنے کی دعوت دی اور بطور مزاح کہا کہ اب تو ربوہ کو کھلا شہر کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے کہ میرے لئے تو ربوہ شروع سے کھلا شہر ہے۔ میں وہاں آتا جاتا رہا ہوں۔ بلکہ جب یہ مطالبہ تجویز ہو رہا تھا کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے تو میں نے اُس کے غیر ضروری ہونے کی تصریح کردی تھی۔ کیونکہ ربوہ تو پہلے سے کھلا شہر ہے۔ انھوں نے ربوہ آنے کے متعلق کہا کہ میں ضرور آؤں گا مگر "عَنْ غَيْرِ مَوْعِدَةٍ" یعنی وقت مقرر کئے بغیر آؤں گا۔ ہم نے کہا کہ آپ ایک دو دن ہی آجائیں تو انھوں نے آنے کا اقرار کیا مگر تاریخ وغیرہ کے تعین کے بغیر۔

جسٹس صمدانی صاحب کے ربوہ آنے کے سلسلہ میں ان کو جو غلط اطلاعات دی گئیں اُن کے بارے میں ہم نے انھیں چشم دید اور صحیح حالات بتائے تو وہ کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ وہ کہتے تھے کہ اصل میں صمدانی صاحب کی رپورٹ اور قومی اسمبلی کی کارروائی شائع ہونی چاہیئے۔ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا مگر پورا نہیں کیا گیا۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی چاہتے ہیں کہ کم از کم قومی اسمبلی میں جو بیان اور سوال و جواب ہوئے ہیں وہ تو شائع کر دیئے جائیں تاکہ جو علماء باہر غلط بیانیاں کر رہے ہیں ان کا ازالہ ہو جائے۔

اسرائیل کے سلسلہ میں بھی انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وقت کی تنگی کے باعث انھوں نے اقرار کیا کہ آپ لوگ جو بھی بیان بھجوائیں گے مَیں شائع کروں گا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے چند سال پیشتر لکھا تھا کہ احمدیت کے مقابلہ پر **پہاڑوں جیسی شخصیتوں** نے جدوجہد کی مگر احمدیت ترقی کرتی گئی اور جماعت کی تعداد بڑھتی رہی تو انھوں نے کہا کہ اس حوالہ سے آپ لوگ فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اٹھاتے رہیں۔ مَیں تو حقیقت کو ضرور بیان کروں گا۔ اُن کی توجہ اُن کے تازہ اداریہ کی طرف دلائی گئی جس میں انھوں نے ماضی قریب میں فوت ہونے والے علماء کو پہاڑوں جیسی شخصیت کہہ کر اپنی دُنیا کے اُجڑ جانے کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اس کو بھی تسلیم کیا۔
(یہ تازہ حوالہ اسی شمارہ کے شذرات میں طبع ہو رہا ہے)

جناب اشرف صاحب سے دریافت کیا گیا کہ گزشتہ سال جن احمدیوں کو مارپیٹ کر اور تشدد کے ذریعہ احمدیت سے منحرف کیا گیا ہے کیا وہ آپ کے نزدیک مسلمان قرار پائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں کیونکہ اس طرح کسی کا عقیدہ نہیں بدل سکتا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آیت لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کا یہی مطلب ہے کہ دین کے بارے میں جبر و تشدد ناجائز ہے۔ دین کی اشاعت دلائل اور براہین سے ہونی چاہیئے؟ تو انھوں نے اس پر صاد کیا اور اسے درست تسلیم کیا۔

آیت کریمہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا پیش کر کے اُن سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کو حکومت حج کرنے سے روک دے تو آیت کی رُو سے اُس پر کوئی گناہ نہ ہوگا؟ کہنے لگے کہ مَیں نے اس بارے میں اپنے اخبار کے لئے ایک مضمون لکھا ہے جو عنقریب شائع ہو جائے گا۔

یہ اس گفتگو کا مختصر خلاصہ ہے جو اشرف صاحب سے اُن کے گھر پر اُن کے ساتھ چائے پیتے ہوئے ہوئی تھی۔ وہ موٹر تک ہمیں چھوڑنے آئے۔ ہم شکریہ ادا کرنے کے بعد ان سے رخصت ہوئے۔

حج پر پابندیوں کے سلسلہ میں حکومت حجاز کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے مدیر المنبر نے لکھا ہے کہ:۔

"اگر پالیسی نادرست ہوئی اور نار وا حد تک پابندیاں عائد کی گئیں تو حج و زیارت کی تڑپ رکھنے والے مخلصین دنیا میں تو تڑپتے رہیں گے مگر آخرت کے نقطۂ نظر سے وہ سرخرو اور کامران ہوں گے۔ نیت کے مطابق انھیں اجر ملے گا۔"

(المنبر ۱۰ جولائی ۱۹۷۵ء صفحہ ۶)

شذرات

۱۔ "اپنی قیامت تو آ ہی گئی"

المنبر لائلپور کے ایڈیٹر مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف نے اپنے اداریہ زیرعنوان "دنیا اُجڑ رہی ہے" لکھا ہے کہ:

"ان سطور کے بیے مایہ راقم کی قلبی دُنیا ان دِنوں اُجڑ رہی بلکہ اُجڑ چکی ہے۔"

پھر چند علماء کی فوتیدگی کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

"اور جب اس پورے قافلے پر مجموعی طور پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ زبان سے نکلا۔ والی الجبال نسفت۔ اور یہ تصور سطح ذہن پر مرتسم ہوا کہ حقیقی قیامت کا وقوع تو ان پتھر کے عظیم تودوں کے اکھڑنے اور ہوا میں غبار بن کر اُڑنے کی صورت میں ہوگا ہی مگر اپنی قیامت تو آ ہی گئی کہ یہ پہاڑ جیسی پروقار ہستیاں سب کی سب ملاء اعلیٰ کی جانب پرواز کر گئیں اور جب اس کے چند روز بعد ہی حضرت مولانا سید محمد زکریا کے وصال کی اطلاع ملی تو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ یہ سب حضرات اللّٰھم اقبضنی غیر مفتون قسم کی دعاؤں کے عادی تھے کہیں ایسا تو نہیں کہ اب پھر کوئی زلزلہ آنے والا ہے۔"

(ہفت روزہ المنبر لائلپور۔ ۱۰ جون ۱۹۷۵ء صفحہ ۳)

الفرقان: اقتباس تو واضح ہے مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اشرف صاحب نے غلط طور پر "والی الجبال نسفت" لکھا ہے حالانکہ آیت کریمہ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (المرسلات غ) ہے کہ جب پہاڑ اڑائے جائیں گے نیز اس سے اگلی آیت وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ہے کہ رسول وقت مقررہ پر لائے جائیں گے۔ کیا اشرف صاحب غور کریں گے کہ اگر واذا الجبال نسفت ہو چکا ہے تو انھیں رسولوں کا ظہور بھی لازماً ماننا پڑے گا۔

۲۔ مولوی نورانی صاحب کی غلط بیانی

مولوی شاہ احمد نورانی جمعیۃ العلماء پاکستان نے مدرسہ مظہر العلوم ملتان کی تقریب دستار بندی پر کہا کہ:

"ہم نے بیرونی ممالک میں قومی اسمبلی کے قادیانیت کے متعلق فیصلہ کی وضاحت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ براعظم افریقہ میں قادیانیوں کے نوّے فی صد مراکز بند ہو گئے۔"

(نوائے وقت لاہور۔ ۱۳ مئی ۱۹۷۵ء)

الفرقان: پہلے نورانی صاحب نے ستّر فیصد کہا پھر اسّی فیصد کہا اور اب ملتان میں "نوّے سالہ مسئلہ" کی مناسبت سے "نوّے فیصد" مراکز کے بند ہونے کا اعلان کر دیا ہے اگر اس میں کچھ بھی صداقت ہے تو ان مراکز میں سے پانچ کے نام تو لیں جو بند ہو گئے ہیں۔ محض عوام کو مغالطہ دینے رہنا علماء کا شیوہ ہو چکا ہے پھر تعجب کا مقام ہے کہ علماء کے پُر زور فتووں کے باوجود تو احمدی بڑھتے گئے ان کے مراکز

ترقی کرتے گئے۔ مگر اب اسمبلی کے فیصلہ کا صرف وضاحت سے نوٹ تیعد مراکز بند ہو گئے۔ یا للعجب!

۴۔ "معاشرہ ڈوب رہا ہے"

مدیر چٹان نے معاشرہ کا مختصر نقشہ کھینچنے کے بعد علماء سے بھی ایک سوال کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"دوسرا سوال علمائے کرام سے ہے جن کے شب و روز نے معاشرے کو خدا کے خوف سے محروم کر دیا ہے ہمارے علماء یا تو دین کی آڑ میں سیاست کے رسیا ہو کر رہ گئے ہیں یا پھر منبر و محراب پر فروعی اختلافات اب بھی ان کا تکیہ کلام ہے۔ یہی لیل و نہار رہے تو یہ معاشرہ ڈوب کے رہے گا۔ ہم نے ایک مرنے والی قوم کی تمام نشانیاں اختیار کر لی ہیں۔"

(چٹان لاہور۔ ۱۳؍ جون ۷۵ء)

الفرقان: جب علماء کے "روز و شب" نے قوم کو موت کے گڑھے کے کنارے تک پہنچا دیا ہے تو ان سے اب کسی اصلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ ایسے حالات میں قوموں کی اصلاح محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحین کے ذریعے ہی ہوا کرتی ہے۔ اے کاش! کہ ایسی قومیں الٰہی مصلحین کی آواز پر کان دھریں اور زندگی پائیں۔

۶۔ اہل اسلام کے دو گروہ 'اقلیت اور اکثریت'

شیعی ماہنامہ "معارف اسلام لاہور" کے مدیر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے پیش نظر صرف پاکستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے اہل اسلام ہیں ان میں کا ایک حصہ دین و مذہب پسند واقع ہوا ہے خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو اور کسی بھی مسلک سے منسلک کیوں نہ ہو مگر وہ دین و مذہب سے وابستہ ضرور ہے یہ **اقلیت** میں ہے اس کے مقابل دوسرا حصہ صرف نام کا **مسلمان** اور کلمہ گو بھی ضرور ہے مگر دین و مذہب، عقائد و اعمال سے تقریباً تہی دامن ہے..... یہ گروہ **اکثریت** میں ہے۔"

(معارف اسلام۔ مئی ۷۵ء صفحہ ۳)

الفرقان: محض مسلمان کہلانے والے زیادہ ہیں اور سچ مچ کے مسلمان قلیل التعداد ہیں پھر اکثریت پر فخر کس لئے؟

۵۔ کافر حکومت میں مسلمان زیادہ پابند اسلام ہو سکتے ہیں۔

مدیر معارف اسلام لکھتے ہیں کہ:

"یہ ایک **واضح حقیقت** ہے کہ ایک کافر کی حکومت میں رہنے والے مسلمان کا زیادہ متقی و پابند اسلام ہونا عین ممکن ہے۔ بہ نسبت ایک مسلمان کی حکومت میں رہنے والے مسلمان کے۔"

(معارف اسلام۔ مئی ۷۵ء صفحہ ۲)

الفرقان: اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں:۔

اوّل: مسلمان کافروں کی حکومت میں رہ سکتے ہیں۔

دوم: ایسے مسلمانوں کا زیادہ متقی و پابند اسلام ہونا عین ممکن ہے۔

○

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر مرحوم ایم اے

مرحوم اختر صاحب نے یہ نظم مسجد مبارک کے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ منعقدہ ۲۶ مارچ ۷۵ء میں نہایت ترنم اور سوز سے سنائی۔ یہ آپ کی آخری نظم ہے جو آپ نے زندگی میں کسی جلسہ میں پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین! آپ کی وفات ۲۰ جون ۷۵ء کو ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ایڈیٹر)

ہے کتنا دل نشیں اُس رحمتِ انوار کا سایا　　زمیں پر آ کے جس نے آسماں کا نور پھیلایا
مبارک وہ جو اس عالم میں آبِ زندگی لایا　　خدا کا چہرۂ زیبا، زمانے بھر کو دکھلایا
خرد کی کم نگاہی کو جنوں کا راز سکھلایا　　نگاہ و دل کو تڑپایا، تو روح و جاں کو گرمایا
وہ تنہا تھا، مگر تنہا ہر اک دشمن سے ٹکرایا　　نہ کچھ باطل سے وہ جھجکا نہ کچھ ظلمت سے گھبرایا
ہر اک سختی گوارا کی، ہر اک بیداد کو جھیلا　　ہر اک مشکل کو اپنایا، ہر اک الجھن کو سلجھایا
ہزاروں آندھیوں کے سامنے اس بندۂ حق نے　　ہر اک سیلاب کو روکا، ہر اک طوفان پر چھایا
گلوں کو نکہتیں، قلب و نظر کو طلعتیں بخشیں　　گلستانوں کو نکھرایا، بیابانوں کو مہکایا
وہ جس کی چشمِ سحر انگیز سے تابانیاں پھوٹیں　　وہ جس کے حسنِ عالم تاب سے ہر پھول شرمایا
یہ اُس کی تابشِ حسنِ کرامت تھی کہ کیا شے تھی　　جھکایا اپنا سر خورشید نے اور چاند گہنایا
جہاں پر بت پرستی کی وبا شدت سے جاری تھی　　وہاں توحید کا پرچم بڑی عظمت سے لہرایا
ہر اک ملت پر اپنی شفقتوں کے پھول برسائے　　ہر اک وادی پہ ابرِ سرمدی کا رنگ ٹپکایا

سلام اُس پر سدا جو خانۂ دل کا اُجالا ہے
سلام اُس پہ کہ جس سے ذاتِ حق کا بول بالا ہے

مکتوبِ برطانیہ (۴)

محترم خان بشیر احمد خان صاحب رفیق بی۔ اے مبلغ انگلستان کے قلم سے

گزشتہ دنوں لندن کے سب سے بڑے رمتی قبرستان کے سیکرٹری صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ دوران ملاقات سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ پچھلے چند سالوں میں اعلیٰ خوراک، مناسب علاج کی سہولت اور بیماریوں کی روک تھام کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجہ میں انگلستان میں سالانہ شرح اموات میں کمی آگئی ہے۔ چنانچہ آج کل عام طور پر انگلستان میں شرح اموات ایک فیصد سالانہ ہے اور ہم اس اعداد و شمار پر انحصار کرتے ہوئے قبرستان کے لئے زمینوں کا انتظام کرتے ہیں۔ سیکرٹری صاحب نے خاکسار سے بھی دریافت کیا۔ کہ جماعت احمدیہ کے افراد کی تعداد انگلستان بھر میں کیا ہوگی؟ میں نے ان کو بتایا کہ باقاعدہ مردم شماری تو نہیں ہوئی۔ لیکن انتہائی محتاط اندازہ کے مطابق احمدیوں کی کل تعداد آٹھ نو ہزار تو ضرور ہوگی۔ جس پر انہوں نے کہا کہ پھر آپ کی جماعت کی شرح اموات سالانہ پچاس ساٹھ کے قریب ہوتی ہوگی۔ میں نے جب ان کو بتایا کہ سولہ سال میں (جب سے خاکسار انگلستان میں ہے) اب تک پچاس احمدیوں کی بھی وفات نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ ایک سال میں فوت ہونے والوں کی تعداد اتنی ہو۔ تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری جماعت بہت خوش قسمت جماعت ہے۔

اس ملاقات کے بعد جب میں نے اس امر پر غور کیا تو ایک قرآنی صداقت کی حقیقت مجھ پر کھل گئی اور طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لئے جوش پیدا ہوا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط" (الرعد۔ آیت ۱۸)

کہ جن لوگوں کے وجود سے نفع رسانی وابستہ ہو ان کی عمریں دراز کی جاتی ہیں۔ اور وہ لمبے عرصہ تک دنیا میں رکھے جاتے ہیں۔

اس آیت کا مفہوم انفرادی زندگی بڑھائے جانے کی صورت میں بھی ہے اور اجتماعی حیثیت سے قومی زندگی کے بڑھائے جانے کی صورت میں بھی۔

اس لحاظ سے جب ہم سیکرٹری صاحب کے اعداد و شمار کی کسوٹی پر جماعت احمدیہ کو دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت احمدیہ ایک نفع رساں جماعت ہے اور اس سے دنیا کو کئی رنگوں میں فائدہ پہنچ رہا ہے تبھی تو ان کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی ہے اور ان کی عمریں عام لوگوں کی نسبت بہت لمبی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اگر اعداد و شمار مہیا کئے جائیں تو ہر ملک میں احمدیوں کی شرح اموات دوسروں کی نسبت کہیں کم ہوگی فالحمد للہ! جو اس بات کی دلیل ہوگی کہ یہ جماعت قرآنی اصول کے مطابق نافع الناس ہے

—— (۲) ——

گزشتہ جمعہ کے روز ساؤتھال کے علاقہ میں ایک احمدی دوست نے جن کی اہلیہ انگریز نومسلمہ ہیں۔ اپنے گھر ایک پادری کو دعوت دی اور ان سے یہ طے کیا کہ وہ خاکسار کے ساتھ بائیبل کی الہامی حیثیت "کفارہ" اور "الوہیت مسیح" وغیرہ موضوعات پر مباحثہ کریں۔ چنانچہ مشن سے خاکسار اور مکرم منیر الدین صاحب شمس و برادرم عبدالعزیز دین صاحب ساؤتھال گئے۔ دوسری جانب سے پادری صاحب اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔

گفتگو کے آغاز میں پادری صاحب سے خاکسار نے دریافت کیا کہ جو بائیبل اس وقت موجود ہے۔ کیا یہ حرف بحرف خدا کا کلام ہے؟ پادری صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ خاکسار نے دوبارہ ان سے پوچھا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس میں سے کئی آیات "وقتاً فوقتاً" یا تو نکالی جاتی رہی ہیں یا شامل کی جاتی رہی ہیں تو کیا بائیبل کی الہامی حیثیت مشکوک نہیں ہو جائیگی؟ پادری صاحب نے اتفاق کرتے ہوئے بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ کہ ہرگز ہرگز نہ تو کوئی آیت اس میں سے نکالی گئی ہے اور نہ ہی شامل کی گئی ہے۔ جب خاکسار نے پادری صاحب کو اچھی طرح اس بات پر پختہ کر لیا تو ان سے کہا۔ کہ آپ کے پاس جو بائیبل کا نسخہ ہے یہ "King James Version" کہلاتا ہے اور بہت پرانا ہے لیکن اب اس کا استعمال Revised version کے نکل آنے کے بعد بہت کم رہ گیا ہے Revised version کئی سالوں کی محنت شاقہ کے بعد چرچ کی طرف سے مستند ماڈرن ترجمہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور آج کل سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور کلیساؤں میں یہی پڑھا جاتا ہے

اس Revised version سے مندرجہ ذیل آیات نکال دی گئی ہیں جبکہ ان کا نمبر رہنے دیا گیا ہے یہ آیات پرانے نسخوں میں اب بھی موجود ہیں۔ یہ تحریف پچھلے دس بارہ سالوں میں ہوئی ہے۔ چنانچہ خاکسار نے Revised Version کا نسخہ اپنے احمدی دوست کی اہلیہ صاحبہ جو انگریز نومسلمہ ہیں کو دیا اور ان سے ان آیات کو نکالنے اور پڑھنے کو کہا۔ وہ ہر دفعہ یہ جواب دیتیں کہ یہ آیات تو اس میں نہیں ہیں۔ پادری صاحب مبہوت ہو کر رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آیات جو غائب ہیں درج ذیل ہیں

متی باب ۱۷- آیت ۲۱، متی باب ۱۸- آیت ۱۱"
متی باب ۲۳- آیت ۱۴، مرقس باب ۷- آیت ۱۶،
مرقس باب ۱۱- آیت ۲۶، مرقس باب ۱۵- آیت ۲۸،
مرقس باب ۹- آیت ۴۶، مرقس باب ۹- آیت ۴۴،
لوقا باب ۲۳- آیت ۱۷، اور یوحنا باب ۵- آیت ۴،

نیز مرقس کے آخر میں جن بارہ آیات میں مسیح کے آسمان پر جانے اور خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھنے کا ذکر ہے۔ وہ بھی نکال دی گئی ہیں۔

ان آیات کو متن سے خارج کر دیا گیا ہے۔ لیکن آیت کا نمبر رہنے دیا گیا ہے۔ گویا خود چرچ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ فلاں نمبر کی آیت اب منسوخ ہو گئی ہے اور اس کو

بائیبل سے خارج کر دیا گیا ہے۔

یہ مباحثہ خاصا لمبا ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ کسی وقت قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پادری صاحب کسی مسئلہ پر بھی اپنی بات پر قائم نہ رہتے تھے مثلاً جب مَیں نے یہ بیان کیا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا برگزیدہ نبی مانتے ہیں اور آپؑ کی عزت کرتے ہیں تو پادری صاحب نے بڑے جوش سے کہا کہ یہ غلط ہے وہ خدا کے بیٹے تھے۔ اُن کو نبی کہنا ان کے درجہ کو گھٹانے کے مترادف ہے۔

تھوڑی دیر بعد جب خاکسار نے استثناء باب ۱۸۔ آیت ۱۸ والی پیشگوئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرح کے ایک اور نبی کے بارہ میں کی ہے۔ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کیا تو پادری صاحب نے کہا کہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پوری ہو گئی ہے۔ خاکسار نے پادری صاحب سے کہا کہ آپ تو ان کو "نبوت" کے مقام پر ماننے کو تیار نہیں بلکہ ابن اللہ مانتے ہیں۔ جبکہ پیشگوئی میں الفاظ یہ ہیں کہ "مَیں ان میں نبی برپا کروں گا۔" اس لئے یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰؑ پر تو چسپاں ہو ہی نہیں سکتی۔ یہاں بھی پادری صاحب ایسے پھنسے کہ کوئی جواب ان سے بن نہ پڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے باطل دعووں کی ایسی قلعی کھولی ہے کہ اب حضور علیہ السلام کے علم کلام کے مقابل پر کوئی بڑے سے بڑا عیسائی پادری بھی دم نہیں مار سکتا ——— یہ ہے شان کاسرِ صلیبؑ کی۔

○

مُسلمان کون ہے؟

جناب چودھری شبیر احمد صاحب

جو بندہ خُدا کو فقط ایک جانے
محمدؐ کو اس کا نبی دِل سے مانے
پڑھے قبلہ رُو ہو کے پانچوں نمازیں
سُنے جب وُہ اللہ اکبر کی صدائیں
ذبیحہ جو دستِ مُسلماں کا کھائے
عمل سے وُہ خُود کو مُسلماں بنائے
وہی ہے مُسلماں خُدا کی نظر میں
خدا کے نبی مُصطفٰےؐ کی نظر میں
جو ایسے مُسلماں کو کافر کہے گا
پلٹ کر یہ فتوےٰ اُسی پہ لگے گا

○

عیسائی پادریوں سے ایک دلچسپ مکالمہ

جناب مولوی بشیر احمد صاحب اختر ممباسہ - کینیا (مشرقی افریقہ)

گزشتہ دنوں بیپٹسٹ (BAPTIST.) چرچ کے پادریوں کا ایک گروپ امریکہ سے ممباسہ کے دورہ پر آیا۔ خاکسار کی دعوت پر ان میں سے چار پادری بشمول ان کے لیڈر مسٹر ہڈسن آئے۔ سب سے پہلے اُن کی خواہش پر انھیں مسجد دکھائی اور نماز کی عملی صورت بتائی۔ اذان کی فلاسفی اور نماز کی امتیازی شان سے بہت متاثر ہوئے۔ بعد میں انھیں چائے پیش کی گئی۔ چائے کے دوران جو گفتگو خاکسار اور پادریوں کے درمیان ہوئی وہ قارئین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے:-

خاکسار: تثلیث کے بارہ میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

پادری: ہم تثلیث کو مانتے ہیں یعنی خدا باپ، خدا بیٹا، خدا روح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہیں۔ جیسے انسان مجموعہ ہے جسم اور روح کا۔ اسی طرح یہ تینوں مل کر ایک خدا بناتے ہیں۔

خاکسار: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک الگ الگ اپنی ذات میں خدا نہیں۔ جس طرح روح اور جسم علیحدہ علیحدہ انسان نہیں کہلا سکتے۔ پھر تو کوئی بھی خدا نہ رہا۔ کیونکہ ناقص کا مجموعہ بھی ناقص ہوگا۔

پادری: ہاں خدا اپنی ذات میں کامل نہیں جب تک کہ خدا بیٹے کی شراکت اسے حاصل نہ ہو اکیلا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

خاکسار: وہ خدا ہی کیا ہوا جو دوسرے کے سہارے کا محتاج ہے۔ مسیح تو خود خدا کا محتاج ہے "میں خود سے کچھ نہیں کر سکتا" (یوحنا ۵/۳۰) اور جب مسیح مرگیا تو خدا کی خدائی ختم ہوگئی کیونکہ خدائی مسیح کے سہارے قائم ہے۔

پادری: مسیح نے سب کچھ پیدا کیا۔ وہ سو فیصدی یعنی کامل خدا ہے۔

خاکسار: ابھی تک تو آپ کہہ رہے تھے کہ تینوں میں سے کوئی بھی کامل نہیں۔ ہاں تینوں مل کر ایک خدا بناتے ہیں اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ مسیح کامل خدا ہے۔ افسوس خدا باپ جو خدا بیٹے (مسیح) سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴/۲۸) کامل خدا نہ ہو سکا۔ مگر خدا بیٹا باوجود چھوٹا ہونے کے کامل خدا ہے۔ آپ کی یہ منطق بھی عجیب ہے۔ پھر اگر مسیح کامل خدا ہے (جو صرف دعویٰ ہے) تو باقی دو کی کیا حاجت تھی؟ آپ کا یہ کہنا کہ "مسیح نے سب کچھ پیدا کیا" دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اگر کچھ پیدا کرنے سے مسیح خالق ہوگئے تو پھر میں اور آپ بھی خالق ہونے کے دعویدار ہو سکتے ہیں بلکہ ہر کوئی۔ بائیبل کی رو سے

صرف خدا ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے (اعمال ۱۷/۲۴) اور
مسیح مخلوق ہے چنانچہ لکھا ہے :-
"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح
ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف
کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے
وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی"
(متی ۱/۱۸)

اور مخلوق کا خالق ہونا محال ہے اور یہ کہنا کہ مسیح کامل
خدا ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ مسیح کا بشری لوازمات سے
مبرا نہ ہونا اس کے خدا مانے جانے کو غلط ثابت کر رہا ہے
کیا خدا کسی اور کو اس کے لئے پکار سکتا ہے مسیح نے
رو رو کر دعائیں کیں۔ (متی ۲۶/۳۹ ، ۲۷/۴۶)

پادری : بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح شروع سے ہی خدا کے
ساتھ تھا۔ لکھا ہے :-
"ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ
تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا
کے ساتھ تھا" (یوحنا ۱/۱)
یہاں کلام سے مراد مسیح ہے۔ پھر خدا نے مسیح کے ذریعہ
اپنا ظہور فرمایا۔

خاکسار: کیا مسیح کی خدائی ایسے ہی مبہم حوالوں کے سہارے
قائم ہے؟ یہ حوالہ قابلِ وضاحت ہے۔ ابتدا سے
کیا مراد ہے؟ کلام سے کیا مراد ہے؟ "ساتھ"
کا لفظ کلام کے خدا سے غیر ہونے پر دلالت کرتا ہے
پھر کلام اور "متکلم" ایک نہیں ہو سکتے۔ آپ تثلیث
ثابت کر رہے ہیں۔ روح القدس اس وقت کہاں تھا؟
اس بات پر میں آپ سے متفق ہوں کہ مسیح خدا کے
مظاہر میں سے ایک ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ۔

پادری: دیگر انبیاء اور مسیح میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ خدا
نے مسیح کے ذریعہ تجسّم اختیار کیا۔

خاکسار: خدا تعالیٰ اپنی صفات کا اظہار ہمیشہ انبیاء کے ذریعہ
کرتا چلا آیا ہے۔ خدا کے تجسّم کا نظریہ محال اور
بائیبل کے خلاف ہے :-
"وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بیوقوف
ہو گئے اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی
انسان اور پرندوں اور چوپاؤں اور کیڑے
مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔"
(رومیوں ۱/۲۲-۲۳)

ہاں پادری صاحب! ذرا یہ تو فرمایئے کہ خدا نے دنیا
کی ابتدا میں تجسّم کیوں اختیار نہ کیا؟ دو ہزار سال قبل
مسیح کی شکل میں تجسّم اختیار کیا اور وہ بھی صرف تین
سال کے لئے۔ اگر اس کے بغیر خدا کا ظہور نا ممکن تھا تو
خدا ابتدائے آفرینش میں ہی اپنا بیٹا پیدا کرتا۔
آپ نے ابھی کہا تھا کہ مسیح ابتدا سے ہی خدا
کے ساتھ تھا۔ ملک صدق سالم کے متعلق آپ کا کیا
خیال ہے؟ جس کے بارہ میں بائیبل میں لکھا ہے کہ:-
"بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ
ہے۔ نہ اس کی عمر کا شروع۔ نہ زندگی کا
آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔"
(عبرانیوں ۷/۳)

پادری: مسیح نے معجزات دکھائے۔

خاکسار: آپ معجزات کو مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں حالانکہ ازروئے بائیبل یہ تو ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل بھی نہیں بنتے۔ بقول مسیح ـــــ جھوٹے انبیاء بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔" (متی ۲۴/۲۴) اور حواری بھی دکھا سکتے ہیں۔ (یوحنا ۱۴/۱۲) جناب پادری صاحب! جانے سے قبل صرف یہ بتا دیجئے کہ جس شخص کی خدائی کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو اتنے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں کیا اس نے بھی کبھی خدائی کا دعویٰ کیا؟

پادری: مسیح نے اپنے آپ کو خدا تو نہیں کہا البتہ خدا کا بیٹا ضرور کہا ہے۔

خاکسار: "خدا کا بیٹا ہونے کی اصطلاح عام ہے کئی لوگوں کو بائیبل میں خدا کا بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہے اسرائیل کو خدا کا پلوٹھا قرار دیا گیا ہے (خروج ۴/۲۲) آیئے! مسیح سے پوچھیں۔ ان کی اس سے کیا مراد تھی؟ ذیل کا حوالہ مسیح کی پوزیشن کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے:ـــ

"میں اور باپ ایک ہیں۔ یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے لئے پتھر اٹھائے۔ یسوع نے ان کو جواب دیا۔ کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام کر دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کے سبب سے مجھے سنگسار کرتے ہو؟ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟ جبکہ اس نے انھیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ (اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں) آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے اس لئے کہ میں نے کہا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں۔" (یوحنا ۱۰/۳۰-۳۶)

پادری: اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خدا ہے اس نے انکار نہیں کیا۔

خاکسار: اگر اس سے مسیح کا ابن اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو اس سے پہلے انبیاء کا خدا ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جنہیں خدا نے کہا کہ "تم خدا ہو!" (زبور ۸۲/۶)

دراصل مسیح نے یہودیوں کو جواب دیا ہے کہ جن معنوں میں پہلے لوگ خدا قرار دیئے گئے ہیں۔ انہی معنوں میں میں خدا کا بیٹا ہوں۔ یعنی خدا کا پیارا ہوں۔ اگر وہ خدا نہیں تھے تو میں کیسے حقیقی ابن اللہ ہو گیا یہ تو ایک مجازی محاورہ ہے۔

پادری: مسئلہ تثلیث ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے جسے سمجھنا مشکل ہے۔

اور ـــــ یہ کہہ کر پادری حضرات تشریف لے گئے۔

○

مکتوبِ جاپان (۱)

محترم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے مبلغ جاپان کے قلم سے

قارئین الفرقان کی خدمت میں سرزمینِ جاپان سے پہلا مکتوب حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ تحریکِ دعا کا موجب بھی ہوگا۔

جاپان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تبلیغی مشن کا قیام ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے اور مکرم حافظ عبدالغفور صاحب جالندھری کو اس ملک میں تبلیغِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سلسلہ اکتوبر ۱۹۴۱ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس مشن کا دوبارہ قیام ۱۹۶۹ء میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ مشن ان ابتدائی مشنوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز خلافتِ ثالثہ کے مبارک دور میں ہوا۔ مکرم جناب میجر عبدالحمید صاحب نے اس دورِ ثانی میں تقریباً ساڑھے پانچ سال تک اس ملک میں خدمت سرانجام دی۔ خاکسار ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء کو ربوہ اور اسی روز کراچی سے روانہ ہو کر ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء کو اس ملک میں وارد ہوا۔ گویا ابھی اس ملک میں آئے ہوئے صرف تین چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ کسی ملک کی تہذیب و تمدن اور اخلاق و آداب کے جائزہ کے لئے لمبا وقت درکار ہوتا ہے تاہم اس وقت تک جو باتیں مشاہدہ میں آئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔

جاپان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے دنیا کے مشرقی ممالک میں شمار ہوتا ہے لیکن عام زندگی میں مغربی تہذیب و تمدن کا اثر بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ ان میں سے سب سے نمایاں بات جو میں نے محسوس کی ہے وہ مذہب سے بے رغبتی ہے جس طرح مغربی ممالک میں دنیاوی آسائش اور مادی ترقی کی وجہ سے مذہب سے لاتعلقی افسوسناک حد تک بڑھی ہوئی ہے اسی طرح اس مشرقی ملک کے لوگ بھی مذہب سے عملاً بہت دور جا چکے ہیں۔ ایک لمبے عرصہ تک جاپان میں مذہب کا اثر و نفوذ بہت گہرا رہا ہے لیکن اب حالات بہت بدل چکے ہیں ازمنہ رفتہ میں مذہب سے وابستگی کی جھلک اب صرف بڑی عمر کے جاپانیوں میں کہیں کہیں دیکھنے میں آتی ہے۔ ابھی چند دن ہوئے مجھے بڑی عمر کے ایک جاپانی دوست کے گھر جا کر ان کے طرزِ زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ جاپانی دوست اچھے پڑھے لکھے اور سلجھے ہوئے خیالات کے مالک ہیں۔ دنیاوی طور پر اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مذہب سے بھی خوب لگاؤ ہے۔ ان سے مختلف موضوعات پر خوب تفصیلی بات چیت ہوئی۔ اس موقع پر انہوں نے

بدھ مت کے طریق عبادت کا بھی ذکر کیا۔ میں سارا وقت اضافۂ علم کی خاطر ان سب باتوں کو توجہ سے سنتا اور دیکھتا رہا۔ آخر میں جب میں نے یہ پوچھا کہ کیا آپ کے لڑکے اور لڑکیاں بھی آپ کی طرح روزانہ عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے برملا کہا کہ نہیں وہ ایسا نہیں کرتے کیونکہ نہ وہ خدا کے وجود کے قائل ہیں اور نہ مذہب پر ایمان یا عبادت کی افادیت کے قائل ہیں۔ یہ اگرچہ ایک مثال ہے لیکن میرے خیال میں یہ اہل جاپان کی نئی نسل کے مذہبی رجحانات کی عکاسی کرتی ہے۔ میں نے اب تک کئی نوجوان جاپانیوں سے بات کی ہے مجھے ابھی تک کوئی ایک بھی نوجوان ایسا نہیں ملا جس نے یہ کہا ہو کہ وہ فلاں مذہب پر یقین رکھتا ہے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب بھی نوجوان جاپانیوں سے مذہب کے بارہ میں بات ہوتی ہے تو اکثر ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ میرا کوئی مذہب نہیں اور میں کسی بھی مذہب پر یقین نہیں رکھتا۔ مذہب سے دوری اور لاتعلقی اس حد تک زیادہ ہے کہ عمومی طور پر مذہب کے موضوع سے دلچسپی نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ ایک مجلس میں بہت سے جاپانیوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں پہلی بار اس اجلاس میں شریک ہو رہا تھا اس لئے سب سے پہلے اپنا تعارف کروایا۔ تعارف کے ساتھ ہی مذہب کے موضوع پر بات چل نکلی۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ مذہب سے لاتعلقی کی موجودہ کیفیت کے باوجود کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ لوگ پھر دین کی طرف راغب ہو جائیں گے؟ میں نے کہا کہ نہ صرف یہ میرا خیال ہے بلکہ یقین ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ بات ناممکن نظر آتی ہے لیکن بالآخر یہ بات پوری ہو کر رہے گی۔ کیونکہ یہ خدائی وعدہ ہے اور ممکن نہیں کہ خدائی وعدہ میں کسی قسم کا تخلف ہو سکے۔ جب میں یہ باتیں کر رہا تھا تو اچانک مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک جاپانی نے کہا کہ آپ تو مذہب کی باتوں کو لے بیٹھے ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمیں مذہب سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی یہ موضوع ہمارے لئے کسی دلچسپی کا باعث ہے۔ اس واقعہ سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک عام جاپانی کی طرز فکر کیا ہے۔

مقصد ان سب باتوں کے ذکر سے یہ ہے کہ اہل جاپان میں مذہب سے حقیقی وابستگی نہیں پائی جاتی البتہ ایک حد تک مذہبی اثر و نفوذ کا پرتو اب بھی ان کی زندگی میں نظر آتا ہے جاپان میں جگہ جگہ معبد اور SHRINE بنے ہوئے ہیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ شاید جاپان کا کوئی ایک قصبہ یا گاؤں بھی ایسا نہ ہو گا جس میں یہ معبد موجود نہ ہوں۔ مزید براں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جاپان میں زائرین اور سیاحوں کی دلچسپی کے لئے قابل دید مقامات میں ان معبدوں کو ایک نمایاں اور امتیازی مقام دیا جاتا ہے۔ آج بھی جاپان کے طول و عرض میں ان معبدوں کی ایک کثیر تعداد تو موجود ہے لیکن ان سے تعلق محض نام اور رسم کے طور پر باقی ہے ایک محدود طبقہ وقتاً فوقتاً وہاں دعا یا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر تو ہوتا ہے لیکن زیادہ تر ایک رسم اور عادت کے طور پر اور پھر ان لوگوں میں اکثریت بڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ نوجوان طبقہ میں یہ طریق بھی موجود نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب بھی کسی موقعہ پر کسی نوجوان کو وہاں جانے کا موقع ملے تو وہ بھی نذرانہ پیش کرنے کے بعد دست بستہ کھڑے ہو کر دعا کرنا ضروری اور لازمی خیال کرتا ہے۔

جاپان میں مذہبی معابد کی بہت بڑی تعداد موجود ہے ان میں سے بعض بہت قدیم زمانہ کے ہیں اور اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ معابد ان مذہبی ادارہ جات

کے لئے آمد کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ جاپانیوں کے علاوہ سیاحوں اور زائرین کی ایک بڑی تعداد بھی دیکھنے کے لئے جاتی ہے۔ یہ سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ مشہور معابد پر لوگوں کی تعداد اچھی خاصی ہوتی ہے لیکن جانے والے کسی عقیدت یا لگاؤ کے نتیجہ میں نہیں جاتے بلکہ ان کا مقصود ایک تاریخی مقام کی زیارت اور تفریح سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ سال کے دوران ان معابد سے متعلق مختلف تہوار بھی منعقد ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں زائرین کا ہجوم اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ عارضی دکانیں بڑی کثرت سے لگ جاتی ہیں۔ طرح طرح کے کھیل اور تماشوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایک میلے کا سماں ہوتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ سارا ماحول منتظمین کے لئے اچھی خاصی آمد کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ یوں بھی ہر معبد میں مختلف ایسی چیزیں موجود ہوتی ہیں جو آمد کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں مثلاً ایک جگہ یہ بات دیکھنے میں آئی کہ معبد کے صدر دروازہ کے قریب ایک بڑی الماری سی رکھی ہوئی ہے جس میں بے شمار دراز ہیں۔ سامنے ایک ڈبہ ہے جس کے ایک طرف چھوٹا سا سوراخ ہے۔ یہ جگہ اس معبد کے توسط یا اس کی برکت سے قسمت معلوم کرنے کی تھی۔ اس کا طریق یہ تھا کہ ایک مقررہ رقم ادا کرنے کے بعد قسمت معلوم کرنے کا خواہشمند ڈبہ کو مختلف اطراف میں حرکت دیتا تھا جس سے سوراخ میں سے ایک لکڑی کی سلائی قدرے باہر نکل آتی تھی جس پر ایک نمبر درج ہوتا ہے۔ قسمت کا متمنی اس نمبر کی دراز کو کھینچ کر اس میں سے اپنی قسمت کا کاغذ (جو پہلے ہی سے درازوں میں کثیر تعداد میں چھاپ کر رکھے ہوتے تھے) حاصل کر لیتا تھا۔ علاوہ ازیں ہر معبد میں ایک جگہ نیچی سی جالی ہوتی ہے جہاں تمام جانے والے زائرین اپنا نذرانہ (جو نقدی کی صورت میں ہوتا ہے) پھینک دیتے ہیں۔

ایک معبد میں ایک دلچسپ نظارہ دیکھنے میں آیا۔ کچھ عرصہ قبل MAMAKURA جانے کا اتفاق ہوا۔ انڈونیشیا سے آئے ہوئے ایک مخلص احمدی دوست جناب بختیاری صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ KAMAKURA میں حضرت بدھ علیہ السلام کا ایک بہت بڑا مجسمہ ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد ہم ایک مشہور معبد HACHIMAN SHRINE دیکھنے گئے۔ ابھی ہم اس معبد کے باہر ہی تھے کہ یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ درختوں کی ٹہنیوں کے ساتھ بے شمار کاغذ کے ٹکڑے لٹک رہے ہیں۔ قریب ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر کاغذ پر جاپانی زبان میں کچھ لکھا ہوا بھی ہے۔ یہ دیکھ کر ہمارا تجسس اور بھی زیادہ ہو گیا۔ ایک دوست سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ کاغذ خاص برکت والا کاغذ ہے جو معبد کے دروازہ پر بکتا ملتا ہے۔ آنے والے زائرین اپنی اپنی خواہشات ان کاغذوں پر لکھ کر معبد کے ارد گرد اُگے ہوئے درختوں کی ٹہنیوں سے باندھ دیتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ اس معبد کی برکت سے ہمارا یہ مقصد اور ہماری یہ مراد پوری ہو جائے گی۔ انڈونیشین دوست ازراہ مذاق مجھے کہنے لگے کہ آپ بھی اپنی کوئی خواہش لکھ کر یہاں لٹکا دیں۔ میں نے کہا کہ میرے دل میں خواہش تو ضرور ہے اور سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دین اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر دے اور اسلام کا علم ساری دنیا پر سایہ فگن ہو جائے لیکن اس مقدس خواہش کو کاغذ کے پرزے پر لکھ کر یہاں لٹکانے سے کیا حاصل؟ یہ خواہش تو ہم آہ و زاری کے ساتھ اپنے قادر و توانا خدا کے حضور پیش کرتے ہیں۔ جو سب طاقتوں کا مالک اور حقیقی معنوں میں قادر مطلق ہے۔

الغرض اس معبد میں بہت سی دلچسپ باتیں دیکھنے کا موقع ملا۔ وقت بھی کافی لگ گیا۔ جب ہم اس معبد سے واپس

ڈکیو آنے کے لئے روانہ ہوئے تو شام کا وقت ہو چکا تھا۔ باہر نکلے تو دیکھا کہ معبد کا ایک کارکن درختوں کی ٹہنیوں سے کاغذ کے ان پرزوں کو اتار کر ایک ٹوکری میں ڈال رہا تھا شاید اس لئے کہ اگلے روز آنے والے زائرین کے لئے اپنی مرادیں لکھ کر لٹکانے کی جگہ بن سکے۔ کاغذ کے پرزے پر مرادیں لکھ کر درختوں کی شاخوں سے لٹکانے کی حقیقت تو پہلے ہی واضح تھی اب یہ نظارہ دیکھ کر معبد کی تنگ دامانی بھی آشکار ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے جس کی تعلیمات میں اس قسم کی تنگی کا شائبہ تک نہیں۔ اسلام کی تعلیم کتنی پیاری اور دلربا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وفا شعار بندوں کو اپنے فرشتوں کے ذریعہ کس محبت سے فرماتا ہے کہ:—

"نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا
مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا
مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ
رَّحِيْمٍ" (حٰمٓ سجدہ: ۳۳)

نیز فرمایا:—

"لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا
مَزِيْدٌ" (سورہ قٓ: ۳۶)

بالآخر قارئین کرام سے خاص طور پر دعائی درخواست کرتا ہوں۔ جاپان کو یہاں کے لوگوں کی زبان میں [illegible] کہا جاتا ہے یعنی طلوع ہونے والے سورج کی سرزمین۔ واقعتاً یہ بات اس لحاظ سے درست بھی ہے کہ حقیقی سورج جاپان کو دنیا کے اکثر ممالک سے پہلے[*] اپنی کرنوں سے منور کرتا ہے لیکن مذہبی اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو جاپان ابھی تک آفتاب روحانیت کی حیات بخش کرنوں سے کچھ زیادہ فیض حاصل نہیں کر سکا۔ خدا کرے کہ وہ دن بہت جلد آئے جبکہ مادی سورج کی روشنی سے متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ اہل جاپان آفتاب ہدایت سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین مبین کو شناخت اور قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں اور اس بات کی توفیق پائیں کہ ماہتاب روحانیت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ خدا کرے کہ بہت جلد سرزمین جاپان حقیقی اسلام کی کرنوں سے منور ہو جائے۔ اور اہل جاپان کے شب و روز روحانیت کی روشنی سے جگمگا اٹھیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

○

اَلْبَیَان

پہلی جلد زیر ترتیب ہے

قرآن مجید کا جو سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ مجلہ الفرقان میں شائع ہو رہے ہیں ان پر نظر ثانی کے بعد پہلے دس پاروں کی پہلی جلد زیر ترتیب ہے۔ آپ کے مشورہ اور تعاون کی ضرورت ہے۔ (خادم۔ ابو العطاء)

---

[*] جاپان کا نام سورج دیوتا کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ جاپانی لوگ اس آفتاب کو بہت بابرکت خیال کرتے ہیں۔

سورہ اعراف ع ۲

اَلْبَیَان

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۗ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۗ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی تم کو پیدا کیا ہے اور تمہیں اچھی صورتیں عطا کی ہیں پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدمؑ کی پیدائش کی وجہ سے سجدۂ شکر بجا لاؤ۔ سب فرشتوں نے بجز ابلیس کے سجدہ کیا۔ ابلیس سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا کہ جب میں نے تم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو تجھے کس بات نے روکا کہ تو سجدہ کرتا؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں تو آدمؑ سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو گیلی مٹی سے بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جنت سے نیچے اتر جا تیرے لئے ہرگز سزاوار نہ تھا کہ تو اس میں رہتے ہوئے اس قسم کا تکبر کرتا۔ پس تو نکل جا تو ذلیل وجودوں میں سے ہے

تفسیر: اس رکوع میں انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے۔ آدمؑ و ملائکہ اور ابلیس کا واقعہ بیان ہوا ہے جس سے آدم زادوں کو عبرت دلائی گئی ہے اور ان کو منصب اصلی روحانی مقام کی حفاظت کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا۔ مکالمہ کا تصور بادی النظر میں انسانوں کے باہمی مکالمہ کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ وراء الوریٰ ہے ملائکہ اور شیاطین بھی غیر مرئی (نظر نہ آنے والے) وجود ہیں ان کی باہمی گفتگو اپنی شان، وجود اور مرتبہ کے لحاظ سے ہے۔ قرآن مجید میں یہ نص صریح موجود ہے کہ آدم کی پیدائش سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اطلاع دی تھی۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ) کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں اس لئے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ آدم کی پیدائش زمین پر ہی ہوئی تھی اور اس کی جنت اسی زمین کا کوئی پرامن اور آرام و راحت کا مقام تھا جہاں سے نکلے اور اس کے ساتھیوں کو حالات کے ماتحت دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا اور نسل آدمؑ زمین میں پھیل گئی۔ اس رکوع میں پندرہ آیات ہیں۔

قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ
مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي
لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ
لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ
أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا
مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ○ وَيَا آدَمُ
اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ

ابلیس نے کہا کہ آپ مجھے اس وقت تک ڈھیل دیدیں جب آدم زادوں کو اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں تو ڈھیل دیئے گئے لوگوں میں سے ہوگا۔

ابلیس نے کہا کہ اس کی وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ قرار دے دیا ہے میں آدم زادوں کے آگے تیرے سیدھے رستے پر (روکنے کیلئے) بیٹھوں گا۔ ان کے آگے سے اور پیچھے سے، دائیں پہلوؤں سے اور بائیں اطراف سے ان کے پاس (گمراہ کرنے کیلئے) آتا رہوں گا اور تُو ان کی اکثریت کو شکرگزار نہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو جنت سے ذلیل ہو کر راندۂ درگاہ ہو کر نکل جا۔

ان آدم زادوں میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے میں ضرور ان سب کے وجود سے جہنم کو پُر کروں گا۔

اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہتے چلے جاؤ اور ان سب درختوں کے پھلوں سے جہاں سے چاہو کھا سکتے ہو مگر اس ایک درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بن جاؤ گے۔

پہلی آیت میں انسانوں کی عمومی تخلیق کا ذکر فرمایا [illegible] آیت کریمہ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ [illegible] [illegible] سجدہ کا ارشاد ہوا [illegible] [illegible] فرشتوں کا سجدہ [illegible] سجدہ شکر سے تعبیر کیا جاتا ہے [illegible] اطاعت کے ہوتے ہیں [illegible] آدم کے کمالات کے اظہار کے لئے مخالف طاقت (شیاطین) کا ہونا بھی ضروری تھا [illegible] **دوسری آیت** [illegible] سے صاف ظاہر ہے

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَوَسْوَسَ لَهُمَا
الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ
الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ
النّٰصِحِيْنَ ○ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا
ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا
يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ
نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا
الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا

شیطان نے ان دونوں کے لئے وسوسہ پیدا کیا۔ تا اس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ ان دونوں پر ان کی بے پردگی یا کمزوری کو ظاہر کر دے جسے ہنوز ان سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

چنانچہ اس نے ان سے کہا کہ تم دونوں کے رب نے تم کو اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے تا کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔

شیطان نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں یقیناً تم دونوں کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

پس اس طرح شیطان نے فریب دے کر ان دونوں کو اپنی منزلت سے نیچے گرا دیا۔ جب انھوں نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل چکھا تو ان کی برہنگی ان پر نمایاں ہو گئی اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔

تب ان کے رب نے انھیں آواز دے کر کہا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا؟ نیز کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ شیطان تم دونوں

کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا۔ یہ امر براہ راست ہو یا ملائکہ کے ضمن میں ہو کیونکہ جب اکابر کسی بات کے کرنے پر مامور ہوں تو اصاغر ان کے ذیل میں آ جاتے ہیں۔ بہر حال ابلیس کو سجدہ کا مکلف کیا گیا تھا۔ اس میں ان لوگوں کا جواب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ سجدہ کا حکم تو صرف ملائکہ کو تھا۔ ابلیس سے باز پرس کیوں ہوئی؟ ابلیس کا اِذْ اَمَرْتُكَ کے جواب میں یہ عذر نہ کرنا کہ مجھے تو حکم ہی نہ تھا ظاہر کرتا ہے کہ وہ مامور تھا اس کی طرف سے عدم حکم کا عذر اٹھانے والے ابلیس کی حمایت میں بہت آگے چلے جاتے ہیں۔ دوسری اور تیسری آیت میں ذکر ہے کہ ابلیس نے جو آگ سے اپنی تخلیق کو وجہ افضلیت قرار دیا تھا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے اللہ تعالیٰ نے اسے تکبر قرار دیا ہے اور اسے ملیا تاکید ذلیل لوگوں میں سے ٹھہرایا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو محض خاندانی وجاہت کی بنا پر تکبر کرتے رہتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جانتے ہیں۔ چوتھی، پانچویں اور چھٹی آیا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ ع

کا کھلا دشمن ہے؟ آدمؑ اور زوجہ آدمؑ نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اب اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں اور ہم پر رحم نہ کریں تو ہم یقیناً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس جگہ سے چلے جاؤ۔ تم میں سے بعض دوسرے بعض کے دشمن ہیں۔ تمہارے لئے اس زمین میں قرارگاہ اور ایک مدت تک کے لئے فائدہ اٹھانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اسی کرۂ زمین میں زندگی بسر کروگے اور اسی میں تمہاری موت واقع ہوگی اور اسی سے تم پھر نکالے جاؤ گے۔

ع ۲

میں بتایا گیا ہے کہ شیطان کو آدم زادوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تابعات مہلت دی گئی ہے اس لئے ان کو بھی اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور پختہ عزم سے اس کو شکست دینی چاہیئے۔ ساتویں آیت میں شیطان نے چہار جہت سے حملہ آور ہونے کا اعلان کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا۔ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ پرانے بزرگوں کا واسطہ دیکر گمراہ کریگا اور مِنْ خَلْفِهِمْ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آئندہ نسلوں کا خیال دلا کر گمراہ کرے گا۔ دائیں جانب سے مراد دینی پہلو بھی ہو سکتا ہے اور شمائل سے مراد دنیوی امور بھی ہو سکتے ہیں۔ آٹھویں آیت میں شیطان اور اس کے متبعین کا انجام بیان ہوا ہے۔ نویں آیت میں آدمؑ اور اس کی بیوی کے لئے جنت کو ان کا مسکن ٹھہرا کر صرف ایک شجرہ کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ الشجرۃ سے مراد خبیث خاندان بھی ہو سکتا ہے۔ دسویں اور گیارہویں آیت میں شیطان کے انداز وسوسہ اندازی کا بیان ہے۔ اس نے حلفیہ بیان کے ساتھ آدمؑ و حوا علیہما السلام کو ان کے تعلیمی مقصد، دائمی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غلط راہ پر ڈال دیا۔ انھوں نے تعمیل کر شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا اور گندے خاندان سے روابط پیدا کر لئے اور شیطانی سازش کے نتیجہ میں تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ لفظ سوأۃ کے مفہوم میں ظاہری شرمگاہ کے علاوہ باطنی کمزوریاں بھی شامل ہیں۔ بارھویں اور تیرھویں آیت میں ذکر ہے کہ آدمؑ و حوا نے فی الفور جنت کے پتوں سے اور استغفار و توبہ سے اپنی پردہ پوشی طلب کی جس کا ذکر رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا میں کیا گیا ہے۔ انھوں نے مغفرت طلب کی اور رحمت الٰہی کے خواستگار ہوئے۔ چودھویں آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ آدم و حوا کی مغفرت اور رحمت سے نوازے جانے کے باوجود نسل آدم اور شیاطین کے باہمی اختلافات کے باعث معرکہ حق و باطل کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے کرۂ ارض میں پھیل جانے کا حکم دیا گیا۔ آدمؑ کی ذریتوں کو اپنی استعدادوں کے ظاہر کرنے کا موقع مل سکے۔ پندرھویں اور اس رکوع کی آخری آیت میں انسانوں کے لئے زندگی، موت اور آئندہ بعثت کیلئے اسی کرۂ ارضی کو مخصوص بنایا گیا یعنی انسان کو اسی زمین سے پیدا

تزئینِ چمن

جناب مولوی نسیم سیفی صاحب

آشفتگیٔ دورِ فتن جا نہیں سکتی
ظلمات کے سینے میں کرن جا نہیں سکتی

جو یاد ہے مجھ کو وہ گوارا ہے بصد شوق
جو یاد نہیں اس کی چبھن جا نہیں سکتی

اُس نے تو مجھے وسعتِ کونین بھی دیدی
میں ہوں کہ مرے دل سے گھٹن جا نہیں سکتی

یہ آپ کا اصرار بجا ہی سہی لیکن
اس ترکِ تعلّق سے لگن جا نہیں سکتی

گو خون میں لتھڑے ہوئے خاموش پڑے ہیں
چہروں سے بہاروں کی پھبن جا نہیں سکتی

شاہین کے بہروپ سے بدلے گی نہ فطرت
کم مائگیٔ زاغ و زغن جا نہیں سکتی

آئین کے پابند نہیں رُوح کے رشتے
اس دور میں بھی طرزِ کہن جا نہیں سکتی

تعزیر پہ تعزیر نسیم آپ لگا دیں!
یہ خواہشِ تزئینِ چمن جا نہیں سکتی

○

مارِ آستیں

جناب مولوی نسیم سیفی صاحب

شورش کاشمیری کا ایک شعر ہے — اسے وہ پر فریب کے حساب الامان — دو چار کے سوا ہیں سبھی مارِ آستیں

یہ بات ہے درست کہ شورش کے ہم نشیں
"دو چار کے سوا ہیں سبھی" "مارِ آستیں"

لوگوں کو ہم پیالہ سے پہچانتے ہیں لوگ
سانپوں کے دوست سانپ ہی ہوتے ہیں بالیقیں

اپنی زباں سے آپ بنا ہے ابوالکلام
ورنہ ابوالکلام تو ہیں اس سے شرمگیں

حسرت کی خاکِ پا نہ مثالِ ظفر علی
حسب و نسب میں ہے یہ بخاری کا خوشہ چیں

اک عمر تک تھا پنڈت لالہ کا رازدار
اب دینِ مصطفیٰ کے تحفظ کا ہے امیں"

لوٹے شراب منہ سے نہ جائے گی عمر بھر
اتنا گرا کہ گرنے کا احساس ہی نہیں

وہ بے نیاز چاہے جسے بخش دے مگر
عاجز بشر کو عجز مناسب ہے یا نہیں؟

یوں ہی ہر ایک بات تعلّی کی راہ سے
یہ بات تیرے شعروں میں سچی لکھی ہے کہیں؟

آنے نہ دیں نسیم خلافت پہ آنچ ہم
مجھ ایسے بیشمار ہیں خدّامِ محترمیں

حضرت مسیح علیہ السلام کا سفر کنعان سے ہند تک

جناب شیخ عبدالقادر صاحب فاضل محقق عیسائیت لاہور کے قلم سے

ایک پادری صاحب کا مکتوب

"ڈیئر مسٹر خان!

جیسا کہ آپ نے خواہش کی ہے میں ان سوالوں کو پھر دوہراتا ہوں جنہیں میں نے پہلے آپ سے دریافت کیا تھا۔ اور ان کی ایک نقل روانہ کرتا ہوں۔

آپ کا گروہ یعنی جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ یسوعؑ صلیب پر نہیں مرے۔ بلکہ ایک قسم کی بے ہوشی ان پر طاری ہو گئی تھی اور صحت یاب ہونے پر انہوں نے فلسطین کو چھوڑ دیا۔ اور کشمیر کے سفر کو اختیار کر لیا (نیز دیگر جگہوں کا بھی) جہاں وہ رہے تعلیم دیتے رہے شادی کی اور ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ لوگ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بعثت کے ۲½ سال فلسطین میں گزارے جہاں انہوں نے تبلیغ کی اور اپنے شاگرد بنائے اور پھر اس سے وہ مقام یعنی کشمیر جانے کے لئے چُھپا جس کا علم بظاہر اس کے شاگردوں کو بھی نہ تھا۔

یسوعؑ کا ۲½ سال کا فلسطین کا کام مقابلۃً بہت مختصر ہے مگر اپنے اس کام کی بدولت وہ ایک تاریخی شخصیت اور دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔ ان کے رسول اور شاگرد تھے جنہوں نے ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا جن کے نوشتے بڑی حد تک دنیا میں مشہور و معروف ہیں اور دنیا بھر میں پڑھے جاتے ہیں۔ (تقریباً پندرہ سو زبانوں میں اربوں کی تعداد میں) سوائے اس حقیقت کے

پیشِ نظر کہ جو آپ کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ۸۰ سال (جو کہ ۳/۴ ۲ سال سے بیس گنا عرصہ ہے) فلسطین کے باہر گزارے۔ حسب ذیل ٹھیک اور معقول سوال پیدا ہوتے ہیں:-

(۱) ان کی اس ۸۰ سالہ زندگی کے حالات کی تاریخ کہاں ہے جو مستند ہو؟

(۲) اُن کی اس لمبے عرصہ کے بارے میں اُن کے ماننے والوں، رسولوں اور شاگردوں کی تحریریں اور نوشتے اگر کہیں ہیں تو کہاں ہیں؟

(۳) یسوع کی شادی کے نتیجہ میں اولاد کا کوئی نشان و پتہ؟

(۴) مختصر یہ کہ ۳/۴ ۳ سال کے کام کے حالات پورے کے پورے مستند طور پر ملتے ہیں۔ مگر ان کے بعد کے ۸۰ سال کی زندگی بالکل خالی نظر آتی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

ان سوالوں پر کسی قدر روشنی آپ کی تعلیم کو جاذب اور پوری طرح قابل تحقیق بنا دے گی مگر میں یہ ضروری استدعا کرتا ہوں کہ مستند دستاویزات ہوں محض غیر مستحکم، غیر معین، غیر یقینی، بے اصل، مکدر تخیلات، آراء، قیاسیات، بے ثبوت نتائج اور مہمل باتیں نہ ہوں۔ جیسی کہ آپ کی تحریر دل

(1) The Tomb of Jesus.
(2) Jesus in Kashmir.
(3) Jesus in Heaven on Earth.

ذخیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

آپ کا مخلص

T.C. Read

ٹی۔سی۔ریڈ "

پادری صاحب کے سوالات کے جواب

یہ خط و کتابت اخویم مکرم ملک منظور احمد خان صاحب سے ہو رہی ہے۔ یہواہ فرقہ کے مبشر، مسٹر ریڈ کے مکتوب کا ترجمہ درج کرنے کے بعد اب اس کا جواب ملاحظہ ہو۔ بعض دفعہ تحقیقی جواب اتنا مؤثر نہیں ہوتا جتنا الزامی جواب، جناب ریڈ کی تسلی تحقیقی مواد سے نہیں ہوئی۔ وہ اس سلسلہ میں سارا لٹریچر دیکھ چکے ہیں۔ ان کی تسلی اور تشفی مقصود ہے خواہ کسی طریق سے ہو۔ اب عیسائی مسلّمات کی رو سے بعض تاریخی حقائق پیش ہیں۔ جناب ریڈ پہلے ہمارے سوالوں کے جواب دے کر ممنون کریں اس طرح زیر نظر مسئلہ بخوبی با آسانی سمجھ آ جائے گا۔

(۱)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کے بارہ اسباط جلاوطن ہو کر بلاد شرقیہ میں آباد ہوئے۔ عراق، ایران اور سندھ وغیرہ میں آباد ہونے کے شواہد ملتے ہیں۔ صحیفہ آستر اور عہد عتیق کے دوسرے صحف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ایک عرصہ کے بعد

دو فرقے واپس وطن لوٹ گئے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ:۔

- کیا وجہ ہے کہ جہاں دو فرقے آباد ہوئے وہاں ان کا اتنا شہرہ ہے جہاں دس فرقے بس گئے۔ ان ممالک میں یہودیت کے آثار ناپید ہیں؟
- مغرب یہودیت کا گہوارہ ہے لیکن بلاد شرقیہ میں یہودیوں کی آبادیاں، ان کے معابد، مذہبی آثار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سارا مذہبی لٹریچر مغرب میں ملتا ہے۔ گم شدہ دس فرقے آج تک نہ ملے۔ ان کی تورات، زبور، صحف انبیاء کا سراغ کہیں نہیں ملتا۔

حزقی ایل کے صحیفہ میں ہے:۔

"میری بھیڑیں تمام پہاڑوں اور سب اونچی پہاڑیوں پر آوارہ پھرتیں اور میرے گلے تمام روئے زمین پر پراگندہ ہو گئے۔"

آپ نے پیشگوئی کی کہ:۔

"آنے والا داؤد (مسیحا) ان کو تلاش کریگا"

(حزقی ایل ۳۴/۶، ۲۳-۲۴)

بتلایئے یہ مشن کب پورا ہوا؟ دنیا کی کون سی اونچی پہاڑیاں ہیں جن پر بنی اسرائیل پراگندہ ہوئے؟

خود حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا مشن بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کرنا ہے۔ آپ نے کب اور کیسے تلاش کی؟ آج تک اسباط عشرہ کے متعلق آپ فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ کون ہیں؟

اندریں صورت ان کے پیغمبر کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ تاریخی حوالے، شواہد و قرائن۔ مسٹر ریڈ کے معیار پر پورے نہیں اترتے اگر وہ اسباط عشرہ کو تلاش کر لیں گے تو ان کے آقا کا مل جانا کوئی اچنبھا امر نہیں کیونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

(۲)

بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ کہاں گم ہو گئے؟ بعض تاریخی شواہد ملاحظہ ہوں:۔

اے مینوئل آف بائبل ہسٹری میں بلیکی لکھتے ہیں:۔

"بائبل میں آستر کی کتاب سے یہ بات خوب روشن ہو جاتی ہے کہ (پانچویں صدی قبل مسیح میں) یہود، فارس کی سلطنت کے ۱۲۷ صوبوں میں یعنی دریائے سندھ سے حبش تک جا بجا پھیل گئے تھے۔"

(آستر ۱/۱، ۳/۸)

(تاریخ بائبل از پادری ولیم جی بلیکی اردو ترجمہ صفحہ ۲۰۸)

پھر لکھتے ہیں:۔

"یہ بات کہ آخر کار دس فرقوں کی کیا حالت ہوئی۔ یہ ایک ایسا تاریخی مسئلہ ہے جو اب تک حل نہیں ہوا ——— بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ ہند کے افغانوں میں ملتے ہیں بعض کا گمان ہے کہ وہ بہت دور دور جنگلوں کو چلے گئے ہیں"

(تاریخ بائبل صفحہ ۲۲۸)

آگے چل کر بلیکی لکھتے ہیں:۔

"روایت ہے کہ کچھ ہزار یہودیوں کا جتھا پچاس یا ساٹھ برس قبل از مسیح ناصری

سے چین کی طرف روانہ ہوا"
(تاریخ بائبل، صفحہ ۲۴۴)

یسعیاہ ثانی کے صحیفہ میں ہے کہ:—

"سینیم (یعنی چین) میں بھی جلاوطن یہود
آباد ہوئے" (یسعیاہ $\frac{49}{12}$)

انبیاء کی کتابوں کا حوالہ نے عہد نامہ میں دیا گیا:—

"پس میں انہیں بابل کے پرے تک جلاوطن
کردوں گا" (اعمال — $\frac{7}{43}$)

دنیا کی بلند پہاڑیوں پر آبادی کا خصوصی ذکر ہے (حزقی ایل ۳۴)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مشرق میں بنی اسرائیل
کے اسباطِ عشرہ، عراق، ایران، ترکستان، کشمیر اور افغانستان
تک منتشر ہوئے۔ انہیں لوگوں کو حضرت مسیحؑ نے کھوئی ہوئی
"بھیڑیں" کہا۔

یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کی باتوں سے سمجھ
لیا تھا کہ:—

"کیا وہ ان کے پاس جائے گا جو غیر قوموں
میں پراگندہ ہیں؟"
(یوحنا $\frac{7}{35}$ بائبل ترجمہ — ڈگلیٹ)

[illegible] بائبل [illegible]:—

"To the [illegible]
the countries of the
Gentiles"
([illegible])

[illegible]
[illegible]

اگر گم شدہ بنی اسرائیل کی آپ تعیین کر سکتے ہیں تو
حضرت مسیح ناصریؑ کی مخفی ہجرت اور سیاحت کا پتہ بھی مل سکتا ہے۔
مسٹر ریڈ نے جو سوالات اٹھائے ہیں۔ وہی اگر ان پر
کر دیئے جائیں تو وہ کیا جواب دیں گے؟

- اگر بنی اسرائیل بلادِ شرقیہ میں آباد ہوئے تو کیا وجہ ہے کہ مغرب میں ان کا اتنا شہرہ ہے۔ مشرق ان کے لئے شہرِ خموشاں ہے؟
- ان کے معابد، مذہبی لٹریچر کیوں ناپید ہیں۔ تورات، زبور، صحفِ انبیاء، طالمود، مدراش۔ ترجم کے آثار جو مشرق میں مفقود ہیں تو کیوں؟
- مغرب میں جہاں دو فرقے آباد ہیں۔ بائبل کا ترجمہ پندرہ سو زبانوں میں ہو چکا ہے۔ مشرق کے قدیم نسخے کہاں گئے؟
- اگر حواریانِ مسیحؑ نے اسباطِ عشرہ کو عیسائی بنا لیا۔ تو ان عیسائیوں کے آثار مفقود ہیں۔ حواریوں کی قبریں کس جگہ پر ہیں؟ ان کے تابعین کہاں ہیں؟ ان کی نسلیں کیا ہوئیں؟
- بنی اسرائیل نے شادیوں کے ذریعہ بھی اپنی تعداد بڑھائی۔ ان کی اولاد در اولاد کہاں رہتی ہے؟

ان سوالوں کے جو جواب آپ دیں گے۔ یا جتنے آثار
تلاش کریں گے۔ کچھ حوالے بھی آپ کو مل جائیں گے اسی نوع کے
حوالوں سے حضرت مسیحؑ اور حواریانِ مسیحؑ کی آمد کا ثبوت بھی
فراہم ہو جائے گا۔

———— (۳) ————

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ:—

- بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ ، مشرق کے دور دراز ملکوں میں غائب ہو گئے۔
- اُن کی ہدایت کیلئے جو پیغمبر بھیجا گیا اس کی زندگی کا بڑا حصہ پردۂ اخفا میں ہے۔
- حواریانِ مسیحؑ ، جن کو تلقین کی گئی کہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی - ۱۰/۶) اُن کی زندگی بھی مخفی ہے۔
- حضرت مریم صدیقہ کے متعلق قرونِ اولیٰ کی روایت ہے کہ "وہ یوحنا حواری کے ہمراہ ایشیا چلی گئیں" (بک آف لیسری از مسٹر دانیال صفحہ ۱۲۵) حضرت مریم بھی مستور ہیں۔

گویا ایک روحانی خاندان کے بیشتر افراد غائب ہیں۔

مقدس پطرس کی زندگی کے متعلق حال ہی میں ایک عظیم الشان کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کا نام ہے "پطرس روم میں" (Peper in Rome) کتاب کے مصنف "دانیال کون نور" (Daniel WM. O'Co-nnor) ہیں۔ ایک نظر کتاب دیکھ لیں۔ اندازہ ہو جائے گا کہ پطرس کی زندگی کس درجہ مخفی ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے:

"سولہویں صدی کے ممتاز علماء نے سب سے پہلے روم والی روایت کو رد کیا اور یہ بتایا کہ پطرس دوآبہ دجلہ و فرات میں تبلیغ کے لئے گئے تھے۔ بابل سے انہوں نے ایک مکتوب لکھا جو کہ نئے عہد نامہ میں شامل ہے۔" (صفحہ ۱۵)

آئیے! آپ کے معیار پر ہم پطرس کی طویل زندگی

چنانچہ مشہور پادری ولیم جی بلیکی اپنی مشہور کتاب "تاریخ بائبل" میں لکھتے ہیں:-

"پطرس کی سرگزشت کا پتہ لگانا مشکل کام ہے۔ جو روایت یہ بتاتی ہے کہ وہ شہنشاہ نیرو کے عہد میں روم گیا اور وہاں انہیں دنوں جب پولوس قتل ہوا۔ وہ بھی مارا گیا۔ ایک پرانی روایت ہے لیکن اب عموماً غلط سمجھی جاتی ہے اس کے برعکس یہ خیال زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین چھوڑ کر وہ بابل گیا اور خصوصاً مسوپوٹیمیا میں انجیل سناتا رہا۔ اس خطے میں بہت سے یہودی آباد تھے۔ جو ان لوگوں کی اولاد تھے جو دانی ایل اور حزقی ایل نبی کے زمانہ میں جلاوطن ہو کر آئے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان رسول کو کام کرنے کا بہت موقع ملا ہوگا۔ (پطرس رسول کا خط نئے عہد نامہ میں شامل ہے) اپنے پہلے خط میں وہ بابل کا اس طرح ذکر کرتا ہے گویا وہ اسی جگہ ٹھہرا یا اس کے نواح میں رہائش پذیر ہے۔"

(تاریخ بائبل صفحہ ۵۴۰، ۵۴۱)

"پطرس کے ساتھ اس کا روحانی فرزند مرقس اور ایک برگزیدہ خاتون بھی تھی۔ یہ تینوں بابل سے مغرب کی کلیسیا کو سلام محبت بھیجتے تھے۔" (مکتوب پطرس ۱ - ۱۳، ۱۴/۵)

رابرٹ گریوز و لیشوعا پوڈرو انی کی کتاب "یسوع روم میں" میں لکھتے ہیں:-

"بابل یہود کا گہوارہ تھا۔ حضرت
مسیح کنعان سے ہجرت کے بعد ان
کی پناہ میں آگئے تھے۔"

(Jesus in Rome. P-40)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں پطرس گیا ہی نہیں یعنی روم میں۔ وہاں ڈیڑھ ہزار سال سے اس کی خلافت قائم ہے۔

- اس کے نام پر معابد بنائے گئے
- شہرۂ آفاق شہر آباد ہیں۔
- مذہبی لٹریچر کی کوئی انتہا نہیں
- روم میں دو جگہ پطرس کا مدفن بتایا جاتا ہے۔

اور جہاں اس نے اپنی طویل زندگی کے ایام بسر کئے وہاں اس کا نام و نشان مفقود ہے۔

جناب ریڈ نے یہ چار سوال کئے ہیں۔ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی جگہ مقدس پطرس کا نام رکھ دیا جائے جو جواب مسٹر ریڈ دیں گے۔ اسی قسم کا جواب ہماری طرف سے انہیں مل جائے گا۔

گمشدہ تاریخی کڑیوں کو کس طرح ملایا جاتا ہے؟ یہ بات بآسانی سمجھ آجائے گی۔

بابل میں مرقس کے شاگرد مرقس نے کیا کام کیا؟ اس کے آثار بھی ناپید ہیں۔

—(۴)—

واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم صدیقہ کہاں گئیں؟

یہ امر بھی قابل غور ہے۔ قرن اول میں یہ مشہور ہوا کہ جب انہیں یہودیوں نے ستایا تو وہ یوحنا حواری کے ہمراہ افسس چلی گئیں۔ افسس سے مراد اگر ایشیائے کوچک ہے تو وہاں حضرت مریم گئی نہیں۔ اگر پارتھیا اور دوسرے علاقے مشرقیہ ہیں تو وہاں ان کے آثار ملنے چاہئیں۔ چوتھی صدی میں مقدس Epiphanius یوحنا عارف کے مکاشفات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:-

"ایک مقدس خاتون۔ ابلیس کے حملہ آور
ہونے پر بیابان میں بھاگ کر چلی گئیں۔
اس سے مراد غالباً حضرت مریم ہیں۔"

(کتاب۔ مریم از ہنری دانیال۔ صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

"مقدس پطرس بابل سے ایک چنیدہ کنواری
کا سلام بھیجتے ہیں۔"

(خط پطرس اول - ۵/۱۳)

قرائن بتاتے ہیں کہ اس وقت حضرت مریم بابل میں موجود تھیں۔ اب فرمائیے! روما میں جہاں حضرت مریم گئی نہیں، وہاں ان کی پرستش شروع ہو گئی۔ جہاں حضرت مریم ہجرت کر گئیں، وہاں ان کا نام و نمود نہیں ملتا۔

بارِ ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ فرمائیے حضرت مریم کہاں گئیں؟ ان کی قبر کہاں ہے؟

اسی پر بس نہیں۔ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ نصاریٰ کی کون سی بڑی شخصیت ہے جس کی تاریخ محفوظ ہے؟ سارے افراد گم شدہ ہیں۔

ان حالات میں تحقیق کا دقیانوسی طریق ترک کرنا پڑے گا۔ تاریخ کے اس خلا کو پُر کرنا ہوگا۔ ہمیں بھی کچھ بتایا جائے کہ آپ کس طرح یہ خلا پُر کریں گے؟

(۵)

اب حضرت مسیح علیہ السلام کے اس حواری کی طرف آتے ہیں جن کو آپ نے خود توما کا نام دیا۔ یعنی "توأم بھائی"۔ یہ سایہ کی طرح حضرت مسیح کے ساتھ رہتے تھے۔ توما کے متعلق پادری ولیم جی بلیکی لکھتے ہیں:۔

"بعض لوگوں کا بیان ہے کہ توما پارتھیا میں انجیل سناتا رہا اگرچہ کہ اس نام کے ملک میں فارس اور میسوپٹامیا بھی شامل تھے لہٰذا توما نے اپنے کام کے لئے پارس سے علیحدہ کوئی جگہ تجویز کی ہوگی۔ ممکن ہے اس نے گمشدہ اسباط کی تلاش افغانستان تک کی ہو۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ افغان بنی اسرائیل کی اولاد میں اور ناممکن نہیں کہ وہاں سے وہ ہندوستان بھی آیا ہو۔ اور یوں وہ روایت جو اسے رسولِ ہندیاتی ہے۔ صحیح ہو۔"

(تاریخ بائیبل صفحہ ۵۴۱-۵۴۲)

توما کے متعلق وہی سوال پیدا ہوتا ہے جو پطرس کے بارہ میں ہے۔ مغرب میں توما کا اتنا شہرہ ہے کہ بچے بچے کی زبان پر اس کا نام ہے۔ لاکھوں والدین اپنے بچوں کا نام "ٹامس" رکھتے ہیں۔ توما کے نام کی انجیلیں ملتی ہیں۔ عراق، ایران اور افغانستان اور شمال مغربی ہند میں اسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ توما کے عیسائی۔ ان علاقوں میں کہاں گئے؟ آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ توما کے متعلق اگر یہی چاروں سوال آپ سے کئے جائیں تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اسی طرح بعض دوسرے حواریوں کے دائرہ تبلیغ کے متعلق گوناگوں سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۶)

اصل بات یہ ہے کہ مغرب میں عیسائیت کو رومن ایمپائر کی عظیم الشان سلطنت کا سہارا مل گیا۔ چونکہ سولہ سو سال سے حکومت عیسائیوں کے ہاتھ میں رہی۔ اس لئے مغرب میں انھیں دوام حاصل ہو گیا۔ لیکن مشرق میں اہل کتاب دوسرے مذاہب میں، جذب ہو کر اپنی انفرادیت کھو بیٹھے۔ ہندو مذہب، بدھ مت، دین زرتشت اور اسلام میں مدغم ہو گئے لہٰذا ان کی برآمدگی کا غیر تاریخی مطالبہ درست نہیں۔ مثلاً توما کے بارہ میں آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی کی محرّفہ کتاب "اعمال توما" میں لکھا ہے کہ:۔

"توما نے شمال مغربی ہند میں تبلیغ کی۔ ٹیکسلا کا بادشاہ گنڈو فارس عیسائی ہو گیا۔ رعایا نے بھی بپتسمہ لے لیا۔ یہاں سے توما کسی دور کے مقام پر چلے گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔"

اب پھر سوال پیدا ہوگا کہ:۔

- ٹیکسلا کے عیسائی کہاں گئے؟
- ان کی نسل کیوں معدوم ہو گئی؟
- ان کی اناجیل کیوں نہیں ملتیں؟
- ان کے معابد کیا ہوئے؟
- جنوبی ہند میں توما کا مقبرہ ملتا ہے۔ یہ توما حواری کا ہے یا کسی بعد کے توما نامی ولی کا؟

مؤرخین اس بارہ میں مختلف ہیں۔ مسٹر ریڈ کے تاریخی معیار کی رُو سے تو، توما بھی بلادِ شرقیہ میں نہیں آئے

پیلاطس بھی نہیں آئے۔ یہودی بھی یہاں جلا وطن نہیں ہوئے
کیونکہ آثار کا یہ معیار ہے ——— چلو چھٹی ہوئی۔
نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری!!

(۷)

اس کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہندوستان
کے متعلق اتنے مستند حوالے ملتے ہیں کہ مجال انکار نہیں۔
ہندوؤں کے ۱۸ پران ہیں۔ جو کہ پرانی تاریخ کے ماخذ ہیں
نواں پران بھوشیہ پران ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ:

> حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جب ان
> کی قوم نے دکھ دیا۔ تو اپنے وطن سے
> ہجرت کر آئے۔ ساکا قوم کے ایک راجہ
> نے ہمالیہ میں انھیں دیکھا اور یہاں
> پورے طور پر بسا دیا۔

قرون اولیٰ کا صحیفہ بوذ آسف (یوز آسف) گو ایک بدھ
افسانہ ہے لیکن اس کے آخر میں ایک قابل وقعت قدیم
روایت درج ہے اس میں لکھا ہے کہ:—

> یوز آسف اگلے وقتوں کے ایک رسول
> کا نام ہے۔ وہ کسی باہر کے ملک سے اپنے
> منتشر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ہند میں
> آئے کشمیر میں انھوں نے وفات پائی اور
> یہاں ان کو دفن کر دیا گیا۔

کشمیر میں قبر یوز آسف انیس سو سال سے مرجع خلائق ہے
کشمیر کی ایک پرانی فارسی تاریخ میں ہے:—

> "یوز آسف سے مراد یسوع پیغمبر بنی اسرائیل
> ہے جو کہ بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اگر بعض مسیحی کتابوں کی رُو سے آپ مانتے ہیں کہ توما
ٹیکسلا میں آئے تھے۔ ان کی قبر جنوبی ہند میں موجود ہے تو ان
کے آقا حضرت مسیح علیہ السلام کیوں نہیں آسکتے جبکہ ثبوت
یکساں طور پر رہتے ہیں؟

(۸)

اب ایک بات مزید توجہ کی مستحق ہے کہ انجیل مغرب
میں شائع ہوئی۔ پندرہ سو زبانوں میں ترجمہ ہوا اس کے قدیم
نسخے مشرق میں کیوں نہیں ملتے؟ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ:

- اگر بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ بلاد شرقیہ میں آکر
  ناپید ہو گئے۔
- عہد عتیق کے ۳۹ صحیفے مفقود ہیں۔ قدیم نسخوں
  کے آثار مشرق میں نہیں ملتے
- طالمود، مدرش، ترگم اور دوسرا یہود کا لٹریچر
  غائب ہے۔

تو ان حالات انجیل کس گنتی میں ہے؟ ایک پوری قوم بلاد
شرقیہ میں گم ہو گئی جو تاریخی شواہد کی بنا پر آپ ان کو برآمد
کریں گے۔ وہی حقائق آپ کو ان کے پیغمبر کی گمشدہ زندگی کے
حالات معلوم کرنے میں مدد دیں گے۔ جب آپ کو بھیڑیں ہی
نہیں ملتیں تو ان کا چرواہا آسانی سے کیسے ملے گا؟

ان حالات ایک صورت تو یہ ہے کہ ———
بنی اسرائیل کی جلا وطنی کے بعد، ان کی پوری تاریخ یعنی ان کے
دور مشرق کا انکار کر دیا جائے۔ یا پھر وہ تاریخی معیار مقرر
کئے جائیں جن سے ایک گم شدہ قوم کی تلاش ممکن ہو سکتی
ہے۔ براہ کرم ہمیں وہ معیار بتا دیں۔ آپ بھیڑیں تلاش
کریں۔ ہم چرواہا برآمد کر لیں گے!

اگر آپ کا ارشاد ہو کہ بنی اسرائیل کے انتشار کی تاریخ کا ذکر بائیبل میں ہے۔ وہ عراق میں جلاوطن ہو کر گئے۔ وہ ایران میں آباد ہوئے، ہندوستان آئے۔ چین میں رہے۔ یہ سب باتیں، بائیبل میں لکھی ہوئی ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ بائیبل میں حضرت مسیحؑ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ:۔

"میرا مشن بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں
کو تلاش کرنا ہے۔ مجھے ان کے پاس بھی
جانا ہے۔ وہ میری آواز سنیں گے پھر ایک
ہی چرواہا ہوگا اور ایک ہی گلہ۔"

(متی ۱۵/۲۴، یوحنا ۱۰/۱۶، ۱۱/۵۲)

اس قسم کی باتوں سے یہود نے سمجھ لیا کہ:۔

"یہ ان یہودیوں کے پاس جانے کا ارادہ
رکھتا ہے جو غیر قوموں میں منتشر ہیں۔"

(یوحنا ۷/۳۵)

حضرت مسیحؑ نے خاموشی سے یہ استدلال سنا۔ اب بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ:۔

- تلاش کریں۔ گم شدہ بھیڑیں کون سی تھیں؟
- کب وہ اپنے چرواہے کے ہاتھ پر مجتمع ہوئیں؟
- آپ کی آواز کا تاریخی ریکارڈ کہاں ہے؟

ان سوالوں کا جواب نصاریٰ کے ذمہ ہے۔ ایک بات بائیبل میں لکھی ہے کہ بنی اسرائیل سارے مشرق میں منتشر ہیں۔ وہ مان لو۔ دوسری بات انجیل میں لکھی ہے کہ ان کا چرواہا ان کے پاس جائے گا وہ اس کی آواز کو سنیں گی اور اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گی۔ یہ بات نہ مانو۔ دونوں باتیں بائیبل میں لکھی ہیں ایک تاریخی حقیقت ہے دوسری تعبیر طلب۔ یا للعجب!

حضرت مسیح علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والی خواتین مبارکہ میں سے مریم مگدلینی بھی تاریخ کے دھندلکوں میں غائب ہیں وہ کہاں گئیں؟

مصر کے قبرستان سے ایک مٹکا برآمد ہوا۔ اس میں ۴۹ صحیفے بند پائے گئے۔ یہ باطنی عیسائیوں کا بیش بہا لٹریچر قبطی زبان میں ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ وہ لوگ غلطی خوردہ ہیں جو کہتے ہیں کہ پہلے وہ فوت ہو گئے پھر زندہ ہو گئے۔ اسی انجیل میں ہے:۔

"تین مریم نامی خواتین ہمہ وقت حضرت
مسیح علیہ السلام کے ساتھ چلتی رہیں ایک
مریم، ان کی والدہ، ایک مریم ان کی رفیقہ
حیات جس کا نام مریم مگدلینی تھا۔ ایک
مریم رشتہ میں ان کی بہن۔"

(The Gospel of Philip by Wilson
P. 32, 35)

فرمایئے تینوں مریم نامی خواتین مغرب سے کیوں غائب ہیں؟ مسٹر ریڈ کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ:۔

- بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ بلاد شرقیہ میں ایسے گم ہوئے کہ پھر ابھر نہیں پائے۔
- حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے نجات پا کر مشرق کے دھندلکوں میں گم ہو گئے۔
- توما، پطرس، برتلمائی اور بعض تابعین بلاد شرقیہ میں آئے۔ ان کا نام تک نہیں ملتا۔
- حضرت مریمؑ ایشیا میں چھپ گئیں۔ یہ قرن اول کی روایت ہے ایشیا سے کیا مراد ہے؟

- یروشلم میں ایک قبرِ مریم ہے۔ وہ کھودی گئی تو خالی پائی گئی۔ تین مریم نامی خواتین کہاں چلی گئیں؟

اسباطِ عشرہ کے ساتھ ان کا پیغمبر، بعض حواری اور پورا خاندان منظرِ عالم سے کیوں اوجھل ہو گیا؟ حواریوں کی قبریں اور خواتین مبارکہ کے مزار مغرب میں ناپید کیوں ہیں؟

مسٹر ریڈ کو انجیل کے پندرہ سو تراجم پر بڑا ناز ہے۔ لیکن انہوں نے کبھی یہ بھی سوچا کہ اصل انجیل عبرانی زبان میں تھی۔ مغرب میں صرف یونانی متن تھا۔ قرونِ اولیٰ میں عبرانی انجیل اگر کہیں موجود تھی تو وہ ہندوستان ہے۔

۱۹۰ عیسوی میں سکندریہ کا عیسائی عالم ہندوستان گیا۔ یہاں کے عیسائیوں نے اُسے دورۂ ہند کی دعوت دی تھی۔ پن ٹی نس حیران ہو گیا جب اس نے ہند میں عبرانی انجیل دیکھی۔ اس عالم کے ہاتھوں ہندوستان سے عبرانی انجیل کا ایک نسخہ جب مغرب میں پہنچا تو چرچ نے اسے ممنوعہ کتابوں کی فہرست میں شامل کر لیا۔ [1]

نتیجہ اب بالکل واضح ہے کہ:—

- پندرہ سو تراجم یونانی انجیل کے ہیں۔
- اصل انجیل عبرانی تھی
- عبرانی انجیل ہندوستان میں ملتی ہے۔ مغرب میں ناپید ہے۔

ظاہر ہے کہ ۱۵۰۰ تراجم کا سہارا لے کر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ عیسائیت کا مکمل ڈھانچہ صرف مغرب میں پروان چڑھا۔ مشرق میں کچھ نہیں تھا۔

(۹)

مسٹر ریڈ کو بہت اصرار ہے کہ مستند حوالے قابلِ قبول ہوں گے۔ لیجئے تاریخ کے ثقہ راوی آپ کے سامنے پیش ہیں:—

تاریخ کلیسا میں واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ دوسری صدی تک ہندوستان میں عبرانی انجیل موجود تھی۔ ۱۹۰ء میں پن ٹی نس سکندریہ کا عیسائی فلاسفر (شمالی مغربی) ہندوستان میں گیا۔ اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب اس نے وہاں عبرانی زبان میں انجیل پائی جبکہ مغرب میں عبرانی انجیل ناپید تھی۔ عبرانی انجیل کا ایک نسخہ وہ سکندریہ میں لے گیا جہاں ایک عرصہ گزرنے پر چرچ نے اسے ممنوعہ کتابوں میں شامل کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔

- اب فرمائیے! ہندوستان کے وہ عیسائی کہاں گئے؟
- عبرانی انجیل کیا ہوئی؟

دورِ حاضر کی ایک عظیم کتاب "The Crucible of Christianity" میں لکھا ہے کہ ایڈلیہ نصیبین اور ان کے اطراف و اجانب میں جب عیسائیت کا نفوذ ہوا۔ تو وہاں سے فوراً ہند میں عیسائیت پہنچ گئی۔ اس کا ثبوت دوسری صدی میں پن ٹی نس کا سفرِ ہند ہے جو بتاتا ہے کہ:—

"ہند میں عبرانی انجیل موجود ہے"

(صفحہ ۲۷۷)

- فرمایئے! عبرانی انجیل اور اس کے ماننے والے اب ناپید کیوں ہیں؟
- یہ بھی بتایئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مادری زبان میں انجیل ہند میں ملتی ہے مغرب میں کیوں نہیں ملتی؟

---

[1] A Dictionary of Christian Antiquity by William Smith under "PROHIBITED BOOKS" P. 1722 Vol. I.

ان سوالات کے جوابات آپ کو دینا ہوں گے۔

(۱۰)

چرچ ہسٹری میں برتلمائی حواری کی نسبت یہ روایت ہے کہ وہ "بیرونی ہند" میں کام کرتے رہے۔ قرن اولیٰ کی کتاب "اعمال برتلمائی" میں ہے کہ وہ ہند میں فوت ہوئے۔

- فرمایئے! اس حواری کی قبر کس جگہ ہے؟
- اس کے دامن سے وابستہ عیسائی کہاں گئے؟

"تاریخ کلیسا کا باپ" یوسی بیوس لکھتا ہے[1]

کہ متی کی عبرانی انجیل اسی حواری نے ہندوستان کے عیسائیوں کے ہاتھ میں سونپی تھی۔

- یہ انجیل اب کہاں ہے؟

نئے عہد نامہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائی، یعقوب کا خط شامل ہے اس کا سرنامہ ملاحظہ ہو:۔

"یعقوب کی جانب سے ...... ان بارہ قبیلوں کے نام جو پراگندہ ہیں سلام!"

- یہ بارہ قبیلے کیا مغرب میں تھے؟
- مشرق کے دس قبیلے کیا ہوئے؟

حواریوں کا مشن بھی یہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے کھوئے ہوئے لوگوں تک پیغام حق پہنچائیں (متی ۔ $\frac{۶}{۲۳}$ ، $\frac{۱۰}{۶}$) اس کام کی ایک جھلک مندرجہ ذیل حوالہ میں ملتی ہے۔

بشپ آف برگنڈا ۔ ایل ڈبلیو براؤن اپنی کتاب "مقدس توما کے ہندی عیسائی" (The Indian Christians of St. Thomas.) میں لکھتے ہیں:

"قرن اوّل میں ایک قابل ذکر یہودی نوآبادی شمال مغربی ہندوستان میں تھی۔ جو کہ عیسائی مبشرین کے لئے اپنے اندر ایک کشش رکھتی تھی۔ دوسرے قرائن بھی یہی بتاتے ہیں کہ مقدس توما اس علاقہ میں آئے تھے۔"

ایک عیسائی عالم پارتھیان ۱۹۲ عیسوی میں اپنی کتاب "صحیفہ مقدسہ" میں لکھتا ہے کہ:۔

"(ہندوستان کے) پارتھین عیسائی مشرکین کے درمیان رہتے ہیں۔" (صفحہ ۴۷)

آگے لکھتے ہیں کہ:۔

"سندھ میں برتلمائی حواری کی تبلیغ کے آثار "برتلمائی درویشوں" کے گروہ میں ملتے ہیں"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ:۔

- اب یہ عیسائی کہاں ہیں؟
- ان کا شجرہ نسب کیوں ناپید ہے؟

کیا آپ پر ان سوالوں کے جواب کی ذمہ داری نہیں ہے؟

(۱۱)

دوسری صدی میں کلیسائے مشرق نے سریانی زبان میں "اعمال توما" مرتب کئے (العدیس) یہ کتاب محرف و مبدل ہو گئی۔ اب اس کا محرف نسخہ یونانی زبان میں ملتا ہے) اس کتاب کا موضوع سینٹ تھامس کی آمد اور شمال مغربی ہندوستان میں عیسائیت کا نفوذ ہے۔ اصل کتاب کی موجودگی کا ذکر کلیسائے ایڈیسہ کے سریانی لٹریچر میں ہے۔ کتاب کا مواد ان خطوط سے لیا گیا ہے جو توما نے ہندوستان سے بھیجا ان کتابیں یک

[1] ڈاکٹر ... [illegible]

"PANTAENUS"

عبرانی نظم ہے جو کہ ہندوستان کے عیسائی پڑھا کرتے تھے۔ اس نظم میں بادشاہ میں سے بادشاہ، خاتونِ مشرق اور ایک فرستادہ بھائی کا ذکر بایں الفاظ ہے کہ:-

"اُن کی آسمانی بادشاہت مشرق کے پہاڑ ورقان
کی بلندیوں پر ہے۔ فرستادہ بھائی، خاتونِ
مشرق کا بیٹا ہے"

ورقان کے معنی سرسبز و شاداب کے ہیں۔

- بتلایئے! خاتونِ مشرق اور اس کا بیٹا کون تھے؟
- ان کے ماننے والے کہاں گئے؟

(۱۲)

چرچ ہسٹری میں ہے کہ دوسری صدی میں اس قسم کی روایات مشہور تھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے (اسّی سال) بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی ہے۔ تفصیلی روایت یوں ہے کہ:-

ہمارے آقا کامل تو تبھی ہو سکتے ہیں اگر
ہر دورِ زندگی آپ پہ وارد ہو
آپ کا بچپن بچوں کے لئے نمونہ تھا۔
جوانی۔ جوانوں کے لئے
اور بڑھاپا۔ بوڑھوں کے لئے

"آپ ہر دورِ زندگی سے گذرے تاکہ ہر شخص آپ کی سیرت [illegible] طیبہ سے [illegible] آپ کی وفات جوانی میں نہیں ہوئی بلکہ آپ بڑھاپے میں فوت ہوئے [illegible] آ [illegible] [illegible] عمر بھی موجود ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام [illegible] روم [illegible] ۵۸ عیسوی میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر ۶۶ سال

کی تھی (جدید تحقیق کی رو سے ۹ قبل مسیح سالِ ولادتِ مسیح) اس روایت اور اس کی اسناد کا ذکر مشہور عالم Ch. Guignebert نے اپنی کتاب "Jesus" میں کیا ہے (صفحہ ۲۲۷ حاشیہ)

دوسری صدی میں آئرینیوس کہتا ہے کہ چالیس اور پچاس سال کے درمیان فوت ہوئے۔ جبکہ عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔

بتایئے اگر حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیبی موت سے فوت ہو گئے تو اس قسم کی روایات کیوں مشہور ہوئیں؟ کسی نے کہا کہ وہ پچاس سال کی عمر میں فوت ہوئے کسی نے ۶۷ سال۔ کشوفی شواہد سے ثابت ہے کہ وہ کشانوں کے عہد میں ہمالیہ [illegible] میں موجود تھے۔

(۱۳)

عصرِ حاضر میں قرونِ اولیٰ کے باطنی فرقہ کا لٹریچر برآمد ہوا ہے۔ اس میں واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی چھ ماہ تک موجودگی اور ان کی ہجرت کا ذکر موجود ہے۔ یہ لٹریچر ناج حمادی گاؤں کے قبرستان سے ملا ہے۔ یہ لوگ صلیبی موت اور اس سے وابستہ کفارہ کے قائل نہیں تھے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر چلے گئے تھے تو یہ مسلک کیسے پیدا ہو گیا؟

عصرِ حاضر میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ اناجیل میں رفع الی السماء کا ذکر الحاقی ہے۔ اصل نسخوں میں آسمان پر جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ حواریوں سے جدا ہونے کا ذکر ہے گویا حواریوں اور تابعین نے صعود کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ بہت بڑا انکشاف ہے۔ جو آپ نے پڑھ لیا ہے

مجھے بھی بتا دیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نوے سالہ زندگی مخفی کیوں ہو گئی؟

رومی حکومت نے یہودیوں کی انگیخت پر حضرت مسیح

کو صلیب پر چڑھایا تھا۔ ایک مخفی تدبیر .... پردے کا
ڈال گئی۔ آپ صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔ اس کے بعد بھیس
بدل کر آپ مخفی ہو گئے۔ چھ ماہ صحت کے بحال ہونے میں لگ گئے
اب گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں یا دِ شرقیہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔
یہ سفر بالکل مخفی تھا۔ اگر رومی حکومت کے دَور میں یہ پتہ لگ جاتا۔
کہ حواریوں نے اپنے آقا کو بچا لیا ہے۔ تو عیسائیوں کی جان کی
خیر نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سفرِ زندگی
پر پردہ پڑا رہا۔ جب عیسائیت پھیلی تو رفع الی السماء کا عقیدہ
غالب آ چکا تھا اور سچی بات زبان پر لانا ایک جرم تھا۔ رومی
حکومت جب عیسائی ہوئی تو چرچ کا شدید احتساب تھا۔
سرکاری عقیدہ کے خلاف سچی بات کہنا گردن زدنی بن گیا۔ اس طرح
چند مخفی حلقوں میں واقعہ صلیب کے بعد کے دورِ زندگی کی باتیں
محدود ہو گئیں۔ اس کے برعکس رومی حکومت کے باہر مشرق میں حضرت
مسیح علیہ السلام کی ہجرت کی روایت مبہم الفاظ میں ملتی ہے
بھوشیہ پران میں تفصیل موجود ہے۔

دوسری صدی میں مقدس آئرینیوس نے اس روایت کا
بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت مسیح "اقطار الارض" میں انجیل کی منادی
کے لئے اتر گئے۔ ظاہر ہے کہ اصل بات اقطار الارض میں ہجرت
ہے۔ روایت ہجرت جب بھی مغرب میں پہنچی تو چرچ کے احتساب
کی نذر ہو گئی یا اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔

دوسری صدی میں کلیسائے ایڈیسہ نے اعمال توما کی
مرتب کی۔ اس میں حضرت مسیح۔ خاتونِ مشرق (حضرت مریم صدیقہ)
اور توما حواری کی تبلیغی مہمات کے حالات درج تھے۔ ہندوستان
میں ان کے کارناموں کا ذکر تھا۔ اس کتاب کو بری طرح مسخ کر
دیا گیا۔ اصل کتاب ناپید ہو گئی۔ اس کا یونانی نسخہ منظر عام پر
لایا گیا جو کہ تحریفات کا مرقع تھا۔

کلیسائے مشرق نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ابتدائی
عیسائیوں کی نظموں کو بھی جمع کیا۔ یہ نظمیں ایڈیسہ میں عبادت
کے وقت پڑھی جاتیں۔ چوتھی صدی تک اس کا ثبوت ملتا ہے
اس کے بعد یہ نظمیں غائب ہو گئیں۔ سولہویں صدی میں ان کا
ایک نسخہ مرتب ہوا۔ یہ سریانی زبان میں ہے۔ یہ نسخہ بھی احتساب
کی نذر ہو گیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں یہی سریانی نسخہ
دستیاب ہوا۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح
صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔ وہ بنی اسرائیل کے گمشدہ اسباط
کی تلاش میں جادہ پیما ہوئے۔ دوسری صدی کے سریانی علماء
کا لٹریچر ناپید ہے۔ ایک منصوبہ کے تحت اسے ختم کیا گیا۔ یہ
لٹریچر اگر مل جائے تو مخفی بات واضح ہو سکتی ہے۔ ان تاریخی
حقائق سے ظاہر ہے کہ کس سبب سے حضرت مسیح
علیہ السلام کا سفرِ زندگی مخفی کیوں ہو گیا۔ اس بیان سے
ایک مؤرخ کی مشکلات کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے۔

اس عظیم الشان صداقت کو ہزاروں تاریک پردوں
سے باہر نکالنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس تحقیق کی ذمہ داری
صرف جماعت احمدیہ پر نہیں۔ بلکہ سارے نیک دل حقیقت جو
اہلِ کتاب پر بھی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"تم مجھے ڈھونڈو گے اور نہ پاؤ گے"

تو یہودیوں نے آپس میں کہا:۔

"یہ کہاں جائے گا کہ ہم اسے نہ پائیں گے
کیا یہ ان کے پاس جائے گا۔ جو غیر قوموں
میں پراگندہ ہیں .... یہ کیا
بات ہے جو اس نے کہی ہے کہ تم مجھے

ڈھونڈو گے اور نہ پاؤ گے۔"

(یوحنا ۷: ۳۴-۳۶)

اگر حضرت مسیح علیہ السلام آپ کو نہیں ملتے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ بہر حال منتشر قبائل میں آپ کو تلاش کرنا ہو گا۔

(۱۴)

آخر میں یہ بھی بتا دوں کہ مغرب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مخفی سوانح حیات کی اشاعت جب عملاً ایک جرم بن گئی تو یہ حالات قرنِ اوّل کے ایک درویش "اپالونی اس" (Apalonius) کی طرف منسوب ہو گئے۔ دوسری صدی کے آخر میں اس شخص کا افسانہ حیات لکھا گیا۔ اس میں ذکر ہے کہ شام سے ہند تک اپالونی اس نے اپنے شاگرد ڈامس کے ہمراہ سفر کیا۔ پھرتے پھراتے ہندوستان کا رخ کیا۔ کوہ ہندوکش پہنچے۔ درۂ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے ٹیکسلا میں آئے۔ سندھ کی ندیوں کو پار کیا۔ گنگ و جمن کی وادیوں میں گھومتے رہے۔ یہ تو ما حواری اور حضرت مسیح علیہ السلام کا سفرِ زندگی نہیں تو اور کس کا ہے؟

ڈکشنری آف کرسچین بیوگرافی میں ولیم سمتھ جیسے عظیم سکالر نے تسلیم کیا ہے کہ دوسری صدی میں بیگن (مشرک) علماء نے حضرت مسیح کے بعض حالات و معجزات قرنِ اوّل کے ایک درویش کی طرف منسوب کر دیئے (مقالہ زیرِ عنوان Apollonius) انہیں صورت واقعہ صلیب کے بعد کے حالات کیوں منسوب نہیں ہو سکتے؟ یہ امر قابلِ غور ہے ایک دوسرے عالم جے۔ ایم رابرٹ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ دراصل "اپالونی اس" ہی تاریخِ مسیح ہے۔

دنیا بھر کے "دائرۃ المعارف" دیکھ لیجئے۔ اپالونی اس پر مقالات ملیں گے۔ سب یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ اپالونی اس کے حالات اور حضرت مسیح کے سوانح و معجزات میں شدید مشابہت ہے۔

مغرب میں حضرت مسیح علیہ السلام "اپالونی اس" (Apalonius) کے سوانح زندگی میں مخفی ہو گئے اور مشرق میں "بوذاسف" کے افسانۂ حیات میں۔ مغرب میں اپالونی اس کا افسانہ رومی ملکہ کے ارشاد پر ۲۰۰ عیسوی میں لکھا گیا۔ اور بوذاسف کا افسانہ گوتم بدھ کے ماننے والوں نے مشرق میں ترتیب دیا۔ یہ قرونِ اولیٰ میں لکھا گیا۔ دونوں میں حضرت مسیح کی تعلیمات، تمثیلات، اور ان کی مخفی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔

الغرض حضرت مسیح علیہ السلام کی بعد الصلیب زندگی ایک تاریخی معمہ اور مذہبی عقدہ ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے جو نظریہ اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں پیش کیا ہے۔ وہی اس کا واحد حل ہے۔ اب تحقیق کی یہ آگ یورپ کے دل میں بھی فروزاں ہے

رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرو کی کتاب "نزرین گاسپل" اور دوسری کتاب "Jesus in Rome" ملاحظہ کریں۔ بیش بہا تاریخی شواہد پیش کئے گئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

- حضرت مسیح صلیبی موت سے بچا لئے گئے۔
- وہ اسباطِ عشرہ کی تلاش میں مغرب و مشرق کے سفر پر روانہ ہو گئے۔
- وہ ٹیکسلا میں آئے۔ یہاں کے راجہ سے اُن کی

ملاقات ہوئی۔

۵۔ وہ کشمیر میں فوت ہوئے۔

وہ کشمیر میں فوت ہوئے۔ رابرٹ گریوز کہتے ہیں یہ ایک کھلا سوال اور فیصلہ طلب امر ہے۔

حرفِ آخر

اب آئیے! بعض شواہد پر غور کرتے ہیں:۔

(۱) حزقی ایل نبی کے صحیفہ کے اس حصے میں جو کہ تیسری صدی قبل مسیح میں مرتب ہوا لکھا ہے کہ:۔

"بنی اسرائیل کے اسباط دنیا کے پہاڑوں
اور میدانوں میں منتشر ہو گئے۔ ایک داؤد
ثانی برپا ہوگا جو کہ انہیں مجتمع کرے گا۔"

(۳۴ باب)

(۲) یسعیاہ نبی کے صحیفہ کے اس حصہ میں جو کہ یہود کی جلاوطنی کے ایک عرصہ بعد مرتب ہوا لکھا ہے کہ:۔

"بابل سے نکل کر بنی اسرائیل غیر قوموں کی
سرزمین میں دنیا کے انتہا تک نکل گئے۔
وہاں وہ ایک چشموں والے علاقہ میں بس
گئے۔" (۴۸-۴۹ باب)

یسعیاہ اور میکاہ نبی نے بشارت دی ہے کہ:۔

"آخری زمانہ میں خدا کے گھر کا پہاڑ،
پہاڑوں کی چوٹیوں پر استوار کرے گا۔"
(یسعیاہ ۲/۲، میکاہ ۴/۱)

(۳) مکاشفہ عزرا میں ہے کہ:۔

"آنے والا مسیحا ایک اونچے اور کشادہ
پہاڑ پر بیٹھا ہوگا۔ وہ گویا کوہ صیہون ہوگا
(یعنی نیا یروشلم) بنی اسرائیل کے دس گم
شدہ فرقے اس کے گرد جمع ہو جائیں گے
وہ ان کو پا کر ایسا غائب ہوگا کہ ایک
مقررہ وقت تک اصل حالات کا کسی کو
علم نہیں ہوگا۔"

(نیو انگلش بائبل اپوکریفا۔ صحیفہ عزرہ ثانی ۱۳ باب)

(۴) مکاشفہ یوحنا میں ہے کہ:۔

"ایک اونچے اور کشادہ پہاڑ پر نیا یروشلم
جلوہ آرا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام
اور ان کی کلیسا کا یہ آخری مسکن ہے۔"
(مکاشفات ۲۱/۱۰)

(۵) کلیسائے ایڈیسہ و نصیبین کی سریانی نظم میں ہے کہ:۔

"مشرق کے ایک سرسبز و شاداب پہاڑ
کوہ ورقان پر بادشاہوں کے بادشاہ،
خاتونِ مشرق اور ان کے بیٹے یعنی ایک
فرشتہ لباس کی آسمانی بادشاہت قائم
ہے۔" (اعمالِ توما۔ قرونِ اولیٰ کی ایک کتاب)

(۶) دوسری صدی کے ایک برج مزار پر یہ کتبہ لکھا ہوا ملا ہے کہ:۔

"ہمارے آقا دنیا کے پہاڑوں اور میدانوں
میں اپنی بھیڑوں کی نگہ بانی کر رہے ہیں
اور ایک بتول آسمانی مائدہ تقسیم کرتی ہے۔"

(Early Christians by Mc Goagh. P. 44-45)

اس اجمال سے پردہ محوِش نپان نے اٹھایا۔ اس میں لکھا ہے کہ:—

"ساکا بادشاہوں یعنی کشانوں کے عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام ہندوستان کے شمال مغرب میں وارد ہوئے۔ ایک ساکا بادشاہ پہلے دیش میں گیا۔ وہاں وہ اس فرستادۂ خدا سے ملا اور بادشاہ نے "عیسیٰ مسیح" کو جو کہ نجیہ (انجیل) کی طرف بلاتے تھے اس علاقے میں پورے طور پر بسا دیا۔"

(جیٹرزان روم انڈ ایسٹ گرلوز دلشیر ی ایڈورڈ)

مذکورہ حوالوں پر غور کیجئے۔ کیا ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرنا تھا۔ اس مشن کی تکمیل ایک اونچے اور کشادہ پہاڑ پہ ہوئی جو کہ ان کی جائے پناہ تھا۔

قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:—

"وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ۔"

کہ ہم نے ابن مریمؑ اور اس کی ماں کو (دنیا کے لئے) ایک نشان بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پہ پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

(المؤمنون: ۵۱)

○

مردِ فارسؑ

تجھ کو عارف بنا دیا کس نے؟
رازِ ہستی بتا دیا کس نے؟

رفعتوں میں فلک کی پہنچا کر
جلوۂ حق دکھا دیا کس نے؟

مسیح تیا آج پھر مسلماں کو
جامِ وحدت پلا دیا کس نے؟

خاتم الانبیاءؐ کی امت کو
آ کے یکسر جگا دیا کس نے

مردِ فارس غلامِ احمدؑ ہے
شاہد و مظہرِ محمدؐ ہے

محمد صدیق امرتسری ایم اے

شانِ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الاستاذ محمد عثمان الصدیقی۔ ایم۔ اے

أَنْتَ شَمْسُ الضُّحَى أَيُّهَا الْمُصْطَفَى
آپ درخشاں سورج ہیں اے مصطفیٰ ؐ
أَنْتَ بَدْرُ الدُّجَى أَيُّهَا الْمُرْتَضَى
آپ اندھیروں میں بدر ہیں اے مرتضیٰ ؐ

أَنْتَ صَدْرُ الْعُلَى أَيُّهَا الْمُجْتَبَى
آپ بلندیوں کے شاہ نشین ہیں اے برگزیدہ وجود
أَنْتَ عَيْنُ الْهُدَى أَنْتَ مَاحِي الْغَوَى
آپ سرچشمۂ ہدایت ہیں، آپ گمراہی مٹانے والے ہیں۔

فِي بَنِي آدَمَ أَوَّلًا آخِرًا
اگلے پچھلے تمام انسانوں میں سے
عِزَّةً رُتْبَةً أَنْتَ خَيْرُ الْوَرَى
عزت و رتبہ کے لحاظ سے آپ مخلوق میں سب سے اچھے ہیں

عِفَّةً عِصْمَةً سِيرَةً صُورَةً
پاکدامنی میں، پرہیزگاری میں، سیرت میں اور صورت میں
كَامِلًا مِثْلَكَ فِي الْوَرَى لَا أَرَى
آپ جیسا کامل میں جہاں میں کسی کو نہیں دیکھتا

كَانَ مِعْرَاجُكَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى
آپ کا معراج سدرۃ المنتہیٰ مقام تک ہوا
سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى مَنْ سِوَاكَ انْتَهَى
سدرۃ المنتہیٰ تک آپ کے سوا اور کون ہے جو پہنچا ہو

صَاحِبُ الْكَوْثَرِ أَنْتَ أَنْتَ فَقَدْ
کوثر کے مالک صرف آپ ہی تو ہیں
قَابَ قَوْسَيْنِ مَنْ كَانَ كُنْتَ كَمَا
قاب قوسین بھی جیسا کہ آپ بنے ہیں اور کون بنے جو بنا ہو

أَقْرَبَ رَبِّهِ مِثْلَكَ هَلْ دَنَا
اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب کیا کوئی ہوا ہے
غَيْرُكَ، أَيُّهَا الْمُصْطَفَى! قَطُّ لَا
سوائے آپ کے اے مصطفیٰ ؐ نہیں ہرگز نہیں

أَفْضَلُ مِنْكَ مَنْ، أَحْسَنُ مِنْكَ مَنْ
آپ سے زیادہ فضیلت والا آپ سے زیادہ حسن والا
قَبْلَكَ بَعْدَكَ قَدْ مَضَى أَوْ أَتَى
آپ سے پہلے کون گزرا ہے یا آپ کے بعد کون آیا ہے

أَكْمَلَ النِّعْمَةِ أَكْثَرَ النِّعْمَةِ
سب سے کامل نعمت اور سب سے زیادہ نعمت
عَنْ جَمِيعِ سِوَاكَ لَقَدْ نِلْتَهَا
آپ نے سوا سب سے بڑھ کر آپ نے حاصل کی ہے

أَيُّهَا الْمُصْطَفَى أَمْرُكَ حَبَّذَا
اے مصطفیٰ ؐ! کیا آپ کے کام کے
شَأْنُكَ حَبَّذَا وَاسْمُكَ حَبَّذَا
کیا کہنے آپ کی شان کے کیا کہنے آپ کے نام کے

ایک مخلصانہ مکتوب

الفرقان کے "نعتِ نبوی نمبر" کی تجویز

نعتیہ مشاعرہ جلد منعقد کیا جائے

بخدمت حضرت محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل مدیر ماہنامہ الفرقان ربوہ۔　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

اللہ تعالیٰ آپ کی صحت و عمر اور خدمتِ اسلام کے عزم میں مزید غیر معمولی برکت بخشے۔ اور ہر آن آپ کا حافظ و ناصر ہو اور ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو عاجل و کامل اور لا انقطاع رسّہاً کی مصداق شفا عطا فرمائے اور ہم حضور کے عہد مبارک میں ہی اسلام کے کامل غلبہ کا آفتاب عالمتاب نصف النہار پر چمکتا ہوا دیکھ لیں۔ آمین!

حضرت مولانائے محترم! گزشتہ کئی روز سے عاجز کے دل میں اس امر کی شدید خواہش کروٹیں لے رہی ہے کہ جماعت کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم نعتیہ کلام (عربی، فارسی اور اردو) پر مشتمل ایک نہایت دیدہ زیب اور حسین و جمیل مجموعہ شائع کیا جائے جس کے ساتھ ہی دیگر احمدی شعراء کرام کا منتخب نعتیہ کلام بھی شائع کر دیا جائے تاکہ جہاں ایک طرف یہ پاکیزہ کلام عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین قلب و جان اور ازدیاد ایمان کا موجب ہو وہاں حق کی پیاسی اور نورِ صداقت سے دور و مہجور روحوں کے لئے حق و صداقت کو قبول کرنے کا وسیلہ ثابت ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور سید البشر و خیر الرسل محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مقدس میں یہ ساری تاثیرات و برکات بدرجۂ اتم موجود و مشہود ہیں میری آپ کی خدمت میں بہ ہیئے تابانہ و مضطربانہ التجا ہے کہ اس مقدس یادگار کا آغاز آپ ہی الفرقان کے خاص نمبر کے ذریعہ فرمائیے۔ امید کامل ہے کہ آپ اس درخواست کو شرفِ قبولیت سے نواز کر لاکھوں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لیں گے۔ وعشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل اس ضخیم و بیش بہا مجموعہ کی شایانِ شان طباعت و تیاری کے سلسلہ میں احباب جماعت انشاء اللہ تعالیٰ مالی و قلمی وغیرہ ہر قسم کا تعاون دل کھول کر فرمائیں گے۔ ان سطور کے لکھے جانے کے دوران الفضل میں استاذی المحترم عبد السلام صاحب اختر مرحوم کے ذکرِ خیر میں آپ کی طرف سے اس معنی پرور انکشاف پر دل کو بید مسرت ہوئی۔ کہ جملہ احمدی شعراء کا ایک نعتیہ مشاعرہ ربوہ میں منعقد کرنے کی تجویز زیر غور ہے حضرت مولانائے مکرم و محترم براہِ کرم یہ مشاعرہ جلد منعقد کروائیے اور اس کی جو بھی تاریخ مقرر ہو اس سے اس عاجز کو بھی اطلاع فرما کر احسان فرمائیں تاکہ عاجز بھی اس انتہائی مبارک مجلس میں بطور سامع شرکت کی سعادت حاصل کر سکے۔ وباللہ التوفیق۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

خاکسار۔ نذیر احمد خادم۔ لاکھا روڈ۔ ضلع نواب شاہ (سندھ)

اقتباسات

(۱) حقوق العباد اور اسلام اور آجکل کے مسلمان

"یاد رہے کہ حقوق العباد کے سلسلہ میں صرف یہ قید نہیں کہ مسلمانوں کے حقوق ہی ادا کرنا ضروری ہیں بلکہ اسلام نے تو غیر مسلموں اور حیوانات تک کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں اور مسلمانوں کو عبادات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ معاملات کی صفائی اور معاشرت کے اہتمام کی پرزور تلقین کی ہے بلکہ معاملات اور معاشرت کے اہتمام پر کچھ زیادہ ہی زور دیا ہے۔

حدیث نبوی کی شہادت۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا۔ (بیہقی) تو لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو پکا مسلمان ہو جائے گا۔

نتیجہ - یہ نکلا کہ پکا مسلمان جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے۔ پھر اس ارشاد میں "الناس" کے لفظ نے مسلم و غیر مسلم کی تمیز اٹھا دی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر مسلم کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو...... اپنے جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت چاہتے ہو تو اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کی بھی حفاظت چاہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری بہو بیٹی کی طرف بری نگاہ سے نہ دیکھے تو اس کے لئے بھی یہی چاہو کہ کوئی اس کی بہو بیٹی کی طرف بھی بری نگاہ نہ اٹھائے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واقعہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ حاتم طائی کی بیٹی آپ کے حضور میں لائی گئی۔ اس حالت میں کہ سر پر اوڑھنی نہ تھی۔ آپؐ نے اسی وقت حکم دیا کہ اسے دوپٹہ اُڑھا دو اور نہایت عزت و تکریم سے بیٹیوں کی طرح بٹھاؤ اور اس سے اپنی بیٹی جیسا سلوک کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ "حضور یہ کافر کی بیٹی ہے" رحمت دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "بیٹی سب کی بیٹی ہے خواہ کافر کی ہو آج تم اسے اوڑھنی اڑھاؤ۔ کل تمہاری بچیوں کو اوڑھنیاں اوڑھائی جائیں گی۔ آج اس

بیٹی کی عزت کر۔ کل تمہاری بچیوں کی عزت کی جائے گی۔ آج اس کے سر پر پدرانہ محبت و شفقت کا ہاتھ دھر، کل تمہاری بچیوں کے سر پر محبت و شفقت کا ہاتھ دھرا جائے گا۔"

آج کا مسلمان ۔ غرض پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی بچی کی بھی عزت و تکریم اپنی بیٹیوں کی طرح کی لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں ہی مسلمان کی بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو"

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۶)

مرسلہ: سید احمد علی مربی سلسلہ گوجرانوالہ۔

(۴) بغاوت کی سزا تھی نہ محض ارتداد کی

روزنامہ نوائے وقت یکم جولائی ۱۹۷۵ء نور بصیرت کے زیر عنوان لکھتا ہے:—

"حضرت صدیق اکبرؓ کے عنان حکومت سنبھالتے ہی ملک کے اندر ہر طرف بغاوت کے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے مگر آپ نے اپنے آہنی عزم اور خداداد حربی صلاحیت و قیادت سے قلیل مدت میں ساری بغاوت کچل دی۔ یہی نہیں بلکہ ایران و روم کے اندر جو اس دور کی سپر پاورز تھیں، پیش قدمی بھی شروع کر دی اور یہ سب کچھ سوا دو برس کے قلیل عرصہ میں ہوا اور اس طرح کہ سپریم کمانڈر، سربراہ حکومت بھی ہے لیکن نہ اس کے پاس کوئی آپریشن روم ہے نہ فوجی سٹاف، نہ مسلح افسروں کی فوج ظفر موج نہ رہنے کے لئے آرام دہ گھر ہے اور نہ دفتر کے لئے خاص سہولت اور جگہ۔ سارا انتظام حکومت مسجد نبوی میں سرانجام پاتا ہے اور وہی مبارک جگہ فوجی ہیڈ کوارٹر اور حکومت کا سیکرٹریٹ بھی ہے

عام معمول یہ ہوتا ہے کہ اگر ملک میں ہر طرف بغاوت اٹھ کھڑی ہو تو معروف طریق جنگ کے مطابق یا تو حکومت کو اپنی ساری فوج ایک جگہ اکٹھی کر کے دفاعی پوزیشن اختیار کر لینی چاہیئے اور باغیوں کے حملے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ یا پھر باغیوں کے مراکز پر بیک وقت حملے کر کے انہیں علیحدہ علیحدہ ختم کرنا چاہیئے تاکہ وہ اکٹھے نہ ہو سکیں۔ دوسرا طریق کار زیادہ موثر ہوتا ہے۔ مگر اس میں خطرہ بھی زیادہ ہوتا ہے اگر وقت صحیح منتخب نہ کیا جائے بسا اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں یا اگر کسی حملہ آور جرنیل کو شکست ہو جائے تو اس کا اثر ساری فوج پر بُرا پڑتا ہے اور باغی مزید دلیر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح حملہ آور جرنیلوں کی کارروائیوں میں مطابقت اور ہم آہنگی بھی ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے

حضرت صدیق اکبرؓ نے مختلف علاقوں میں بغاوت کو کچلنے کے لئے گیارہ لشکر مختلف

کمانڈروں کے تحت بھیجے۔ ان کمانڈروں میں
حضرت خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن عاص، شرحبیلؓ
بن حسنہ، سویدؓ بن مقرن جیسے اولوالعزم اور آزمودہ
جرنیل تھے ہر کمانڈر کو ہدایات دیں جن کے
تحت اسے اپنے دائرہ کار میں خاصی آزادی
تھی پھر تمام مرتدین کے نام ایک ہی خط لکھا۔"

(۳) مسلمانوں کی حالت پر ایک اور حوالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس پہلے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:۔

"لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى
بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ
حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ
عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ
ذَلِكَ" (ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ صفحہ ۸۹/۲ - جامع الصغیر صفحہ ۱۲۳/۲ مصری)

یعنی میری امت پر بھی وہی حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے۔ ان میں ایسی مطابقت ہوگی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا پیشگوئی کی صداقت ہمارے زمانہ میں ظاہر ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر علامہ اقبال نے فرمایا تھا:۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(بانگ درا طبع نہم اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۲۶)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی صداقت میں ایک تازہ حوالہ درج ذیل ہے جو جناب مسعود مفتی کی کتاب "چہرے" سے لیا گیا ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں سقوط ڈھاکہ کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے۔ مسلمانان پاکستان کی حالت زار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"لیکن خداداد پاکستان بنا کر خدا کو دھوکہ دیتے ہیں تو ہم بنی اسرائیل کو بھی مات کر گئے اور ایک ایسے معاشرے کو جنم دیا جس میں ایک دیانتدار آدمی کے لئے ذہنی اذیت اور ذاتی تکلیف کے علاوہ کچھ نہیں ..... کچھ بھی نہیں۔"

(چہرے۔ صفحہ ۱۱۲ مصنفہ مسعود مفتی طبع اول اکتوبر ۱۹۷۴ء مطبوعہ مکتبہ اردو ڈائجسٹ سمن آباد۔ لاہور)

جناب مسعود مفتی نے کچھ زیادہ ہی مایوسی کا اظہار کیا ہے ایک دیانتدار آدمی خدا تعالیٰ پر توکل کر کے اذیت کا مقابلہ کرے تو کامیابی و کامرانی اس کا مقدر بنتی ہے۔ معاشرے کی کوئی اذیت اس کو اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکتی اور اگر ایک دروازہ اس کی ترقی کا بند کیا جائے تو غیب سے دس دروازے اس کی ترقی کے کھلتے ہیں۔

والسلام

ملک محمود احمد ابن عبدالجلیل عشرت صاحب
(پورن نگر سیالکوٹ)

سالانہ اشتراک (پیشگی)

• پاکستان ——— دس روپے ۱۰/-
• بھارت ——— تیس روپے ۳۰/-
• عام بیرونی ممالک ہوائی ڈاک ——— ساٹھ روپے ۶۰/-
• امریکہ و کینیڈا ——— اسّی روپے ۸۰/-
• بیرونی ممالک بحری ڈاک ——— تیس روپے ۳۰/-

جملہ رقوم مینیجر الفرقان ربوہ کے نام آنی چاہئیں۔ بیرون و اندرون ممالک سے اسی پتہ پر چیک یا ڈرافٹ بھی بھجوائے جا سکتے ہیں۔

——— (مینیجر الفرقان ربوہ)

اسلام کی روزافزوں ترقی کا آئینہ دار
ماہنامہ
تحریک جدید
ربوہ
آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں
چندہ سالانہ: پانچ روپے
(مینیجر، ایڈیٹر)

سرزمین قادیان کا
اوّلین دواخانہ
جسے ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے
اپنے مبارک ہاتھوں سے قائم فرمایا:
قدیمی • اوّلین • شہرۂ آفاق
حبّ اطہر رجسٹرڈ
مکمل کورس: بتیس روپے ۳۲/-
دوائی خاص: زنانہ امراض کا یقینی علاج۔ دوا کورس کی قیمت: دس روپے ۱۰/-
زوجام عشق: طاقت کی لاثانی دوا۔ قیمت ۴۰ گولی۔ پچیس روپے ۲۵/-
حبّ مفید النساء: بیعادگی کا بہترین علاج۔ قیمت: دس روپے ۱۰/-
حبّ مسان: سوکھے کی مجرب دوا۔ قیمت: پانچ روپے ۵/-
معین الصحت: تلی کھانسی خرابی جگر اور بیر دل کا علاج قیمت ... روپے
ہمارا اصول
• صاف ستھرے اجزاء • دیانتدارانہ دواسازی
• عمدہ پیکنگ • مناسب قیمتیں • مخلصانہ مشورہ اور
ان اصولوں کے تحت ۱۹۱۱ء سے آپ کی خدمت کرتے چلے آ رہے ہیں
حکیم نظام جان اینڈ سنز
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۔ بالمقابل ایوان محمود۔ ربوہ

روزنامہ

الفضل

ربوہ

ہمارا، آپ کا، اور سب کا اخبار

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روح پرور خطبات، علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ممالک میں جماعت کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی مطالعہ کیلئے دیں!

اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے

شرح چندہ

- ایک سال -/۶۰ روپے
- چھ ماہ -/۳۱ "
- تین ماہ ۱۶/۵۰ "
- خطبہ نمبر ایک سال -/۱۸ روپے
- فی پرچہ روزانہ ۳۰ پیسے
- فی پرچہ خطبہ نمبر ۳۵ "

مینیجر الفضل

ہر قسم کا سامان سائنس واجبی نرخوں پر خرید نے
کیلئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ
لاہور
کو یاد رکھیں
×
فون
۶۴۵۰۰

مفید اور موثر دوائیں

نورِ کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی حفاظت کے لئے نہایت مفید ہے:

خارش، پانی بہنا، ککرے، ناخونہ، ضعفِ بصارت وغیرہ امراض کے لئے نہایت مفید ہے عرصہ ساٹھ سال سے استعمال ہو رہا ہے

خشک و تر قیمت: سوا روپیہ

تریاق اٹھراء

اٹھرا کے علاج کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کیساتھ پیش کی جارہی ہے

اٹھرا یعنی کا مردہ پیدا ہونا۔ پیدا ہونے کے بعد جلد مر جانا، یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا۔ ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے

قیمت: پندرہ روپیہ

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گولبازار، ربوہ

فون نمبر: ۵۳۸

الفردوس

انارکلی میں لیڈیز کپڑے کے لئے
آپ کی اپنی دکان ہے:

الفردوس

۸۵ - انارکلی لاہور

طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری۔ پرنٹر: سید عبدالحیٔ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان۔ ربوہ۔

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
Plum Jam
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ، لاہور

Monthly ... Rabwah ... 1975 ... Regd. No. L 5788

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ہوالناصر

۷۵ــ۱۹۷۴ء

ابتلاء اور امتحان کا سال ۔ صبر و ثبات اور صدق و وفا کا سال ۔ برکتوں، رحمتوں اور فلاح کا سال

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ابتلاء میں ڈال کر اپنے مخلص بندوں کا امتحان لیا کرتا ہے ۔ ان کی آزمائش کے لئے خوف کے سامان پیدا کرتا ہے ۔ بھوک اور پیاس کے حالات پیدا کرتا ہے ۔ اموال لوٹے جاتے ہیں ۔ جانی قربانی دینی پڑتی ہے ۔ محنت اور کوشش کے ثمرات سے محروم کیا جاتا ہے ۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ الٰہی جماعت کو تباہ کرنا چاہتا ہے ۔ بلکہ یہ آزمائش اس لئے آتی ہے کہ ان کے ایمان و ثبات، ان کے اخلاص و وفا، ان کے صبر و ثبات کو ظاہر اور روشن کیا جائے ۔ اور اللہ کی رحمتوں کا انہیں وارث بنایا جائے ۔ اور رب کریم سے ان کا جو زندہ اور تعلق ہے اسے نمایاں کیا جائے اور مخالف حاسد کو حیرت میں ڈالا جائے ۔ گذشتہ سال ایسی آزمائشوں کا سال تھا ۔ گذشتہ سال ایسی امتحان کا زمانہ تھا ۔ گذشتہ سال مخلصین کی اس جماعت کے صبر و ثبات کا سال تھا ۔ امتحان آیا گزر گیا ۔ صبر و ثبات مخلصین نے دنیا کی آنکھ کو حیران بھی کیا اور حیرت میں بھی ڈالا ۔ خدائے مہربان نے مخلصین کے صبر اور وفا اور ایثار کو دیکھا اور ان کی کوششوں میں برکت ڈالی اور انہیں قبول کیا ۔ ... سال ... مخلصین کی اس جماعت کو اللہ مہربان نے یہ توفیق عطا کی کہ اس ... کے سال کی مالی قربانی ... کے مقابلہ میں ... جائے ۔ ... جائے ۔ ... کو انتہا تک پہنچائے جانے کے باوجود ... کی زیادتی کے ... اس کے حضور پیش کی اور روحانی اصلاحات کے نتیجہ میں ... کی ... ہوا ... آگے ہی آگے نکل گئی ۔ الحمدللہ

... کے وجود کی ... بشارت ... اور ... وفا کے نتیجہ میں ... رحمتوں کے وارث ہوں جن کی اس آیۃ کریمہ میں بشارت دی گئی ہے ۔ اور خدا کے اس مخلص گروہ میں شامل ہو جائیں ... اور ... ہدایت یافتہ اور ... کی راہ پر گامزن ہوتا ہے ۔ خدا کرے کہ ... کا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے ۔ آمین

مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث

۱۰ ہجرت ۱۳۵۴ ہجری شمسی
۱۰ مئی ۱۹۷۵ء